مؤلف
مولانا محمد اویس سرور

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳

حضرت فاطمہؓ
کے
۱۰۰ سو قصے

مؤلف

مولانا شعیب سرور

بیت العلوم

۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳

کتاب: حضرت فاطمہؓ کے ۱۰۰ قصے

مولف: مولانا اویس سرور

باہتمام: مولانا محمد ناظم اشرف

ناشر: بیت العلوم۔ ۲۰ نابھہ روڈ، چوک پرانی انارکلی، لاہور

فون: ۷۳۵۲۴۸۳

﴿ملنے کے پتے﴾

بیت العلوم = ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور

ادارہ اسلامیات = ۱۹۰ انارکلی، لاہور

ادارہ اسلامیات = موہن روڈ چوک اردو بازار، کراچی

دارالاشاعت = اردو بازار کراچی نمبرا

بیت القرآن = اردو بازار کراچی نمبرا

بیت الکتب = گلشن اقبال، کراچی

ادارۃ المعارف = ڈاک خانہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴

مکتبہ دارالعلوم = جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴

مکتبۂ قرآن = بنوری ٹاؤن، کراچی

مکتبہ سید احمد شہید = الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

فہرست

مقدمہ

ان الحمد للہ رب العالمین، نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیأت اعمالنا، من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضلل فلا ھادی لہ و اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ و اشھد ان محمد اعبدہ ورسولہ.

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا.

حمد وصلوۃ کے بعد!

دین اسلام کا بنیادی مقصد لوگوں کو سیدھے راستہ کی راہ نمائی فراہم کرنا اور انہیں باطل کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں سے نکال کر حق کی دیدہ زیب روشنیوں میں لانا قرار دیا گیا ہے، اس کے نتیجہ میں انہیں دنیا و آخرت کی نعمتوں سے سرفراز کرنا، سعادت دائمی کا حامل بنانا اور ایک صالح اور یکتا معاشرہ کا قیام اسلامی نظریہ حیات ہے۔

اسی مقصد کی تکمیل کے لئے اللہ رب العزت نے اپنے آخری نبی سرکار دو عالم حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا، آپ کے مقصد بعثت کو اس تعبیر قرآنی کے ساتھ واضح کر دیا:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلاً مِنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْامِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ. (سورۃ الجمعۃ:۲)

''وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمد ﷺ کو) پیغمبر بنا کر بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور ان کو پاک کرتے ہیں اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے''

لہٰذا لوگوں کو توحید و عبادت الٰہی کی طرف دعوت دینا، ان کے نفوس کا تزکیہ کرنا، مزاج انسانی اور معاشرہ میں بگاڑ پیدا کرنے والی ہر چیز کا قلع قمع کرنا آنحضرت ﷺ کا مقصد رسالت قرار دیا گیا۔

آنحضرت ﷺ نے اس مقصد کو اپنا اوڑھا بچھونا بنا کر دن رات ترویج اسلام کے لئے جدوجہد فرمائی، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی لاثانی قربانیوں، مخلصانہ جدوجہد اور للّٰہیت سے بھرپر محنت و دعوت کو قبول فرمایا اور ایک مبارک جماعت کو کھڑا کیا جو مقصد پیغمبر ﷺ کو لے کر حرکت میں آئی اور روئے زمین کے چپہ چپہ تک پیغام حق کو پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔

اس جماعت پیغمبر کے تربیت یافتہ افراد نے دین حنیف کی آبیاری کے لئے نفس و نفیس کو قربان کیا اور پرچم اسلام کو کفر کے قلعوں میں گاڑ کر ہی دم لیا۔

جونہی ایمان نے ان کے قلوب میں جگہ پکڑی یہ خدائے وحدہ لاشریک لہ پر یقین محکم کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہوتے چلے گئے اور قرآن کی زبانی ان کی عظمت کے نغمے گونجنے لگے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ والاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّلَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ. (التوبۃ:۱۰۰)

''جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے)

مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری
کے ساتھ ان کی پیروی کی، خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش
ہیں اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں
بہہ رہی ہیں اور ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے''

ایک جگہ یوں عدالت وعظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کا اعلان ہوتا ہے:

وَلٰکِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّهَ
اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ اُولٰٓئِکَ هُمُ
الرَّاشِدُوْنَ. (الحجرات:۷)

''لیکن اللہ نے تمہارے نزدیک ایمان کو ایک محبوب چیز بنا دیا اور اس
کو تمہارے دلوں میں سجا دیا اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار
کر دیا، یہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں''

یہ ارشاد ربانی بھی ملاحظہ ہو:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ
رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ
وَرِضْوَانًا سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِکَ
مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰاةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ. (الفتح: ۲۹)

''محمد خدا کے پیغمبر ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے
حق میں سخت ہیں اور آپس میں رحم دل (اے دیکھنے والے) تو ان کو
دیکھتا ہے کہ (خدا کے آگے) جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اور خدا کا فضل
اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں، (کثرت) سجود کی وجہ سے
ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں، ان کے یہی اوصاف
تورات میں (مرقوم) ہیں اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں''

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

ہو رزم حق و باطل تو فولاد ہے مومن

ہر مسلمان کے لئے اسوۂ صحابہ ؓ کو اپنانا اور ان کے نشان قدم کی پیروی کرنا لازم قرار دیا گیا، ہم پر لازم ہیں کہ ہم حکمت صدیق اکبر، پختگی فاروق، حیاء عثمان، علم علی، نرمی حسن، مضبوطی حسین، سیاست معاویہ، شجاعت حمزہ، تقویٰ معاذ، یقین عباس، تفقہ ابن مسعود، توکل ابوہریرہ، زہد ابی ذر، سخات عبدالرحمٰن، عبادت ابن عمر، تواضع انس، صدق حذیفہ اور تمام صحابہ کی ہر خوبی کو اپنی زندگیوں میں زندہ کریں۔

اتباع صحابہ ؓ کو اپنانے کے لئے مسلمان کو جن اسباب کی ضرورت ہے ان میں سب سے زیادہ اہمیت کی حامل چیز صحابہ کرام ؓ کے حالات و سیرت کا مطالعہ ہے۔ یہ مطالعہ ہمیں ایسے خلفاء، علماء قضاۃ، حکماء اور بہادر لوگوں کے تذکرہ اور حالات سے روشناس کراتا ہے جن کے دل نور ایمانی سے روشن، جن کی جبیں سجود عاشقانہ سے مزین، جن کے دل محبت رسول سے سرشار، جن کی زبانیں ذکر الٰہی سے معمور اور جن کے اعضاء اطاعت الٰہی میں مصروف دکھائی دیتے ہیں۔ یہ لوگ اسلام کی روشنی کا مینار اور حق کی پیروی کرنے والے ہیں۔

جس طرح صحابہ کرام ؓ کی زندگی مسلمان مردوں کے اسوۂ حیات اور مشعل راہ ہے اسی طرح صحابیات رضی اللہ عنہما کی زندگیاں بھی مسلمان عورتوں کے لئے قدوہ حسنہ اور مثالی طرز حیات کی حیثیت کی حامل ہیں۔ اور پھر صحابیات کریمات میں سے جو مقام و مرتبہ خاتون جنت، بنت رسول، جگر گوشہ خدیجہ، ام الحسن والحسین، زوجہ علی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کو حاصل ہے، اس قیام تک رسائی بہت کم صحابیات کے حصہ میں آئی۔

زیر نظر کتاب بھی سیدہ کی زندگی سے منتخب کردہ سو واقعات پر مشتمل ہے، ان واقعات کو پڑھ کر محترمہ کی حیات طیبہ کے متعلق بنیادی معلومات کافی حد تک دائرہ علم میں آجاتی ہیں اور آپ کو آئیڈیل شخصیت بنا کر زندگی گزارنا ممکن ہو جاتا ہے۔

سیدہ کی زندگی میں ادب کا لحاظ بھی ہے، علم کا شوق بھی............ اخلاص وللّٰہیت بھی ہے تقویٰ پرہیز گاری بھی............ زہد و قناعت بھی ہے سادگی و انکساری بھی............ ایثار و

سخاوت بھی ہے انسانی ہمدردی بھی.......... رسول ﷺ کی اتباع بھی ہے اور خاوند کی اطاعت کی.......... راتوں کی گریہ زاری بھی ہے اور دن کے روزے بھی.......... تربیت اولاد کا ہنر بھی ہے اور رضائے الٰہی کا جذبہ بھی۔

غرض یہ کہ آپ کی زندگی ایک جامع اور ہمہ گیر زندگی تھی جس میں مسلمانوں کے لئے سیکھنے کا بہت بڑا میدان موجود ہے۔ اگر آج کی مسلمان عورت حیات فاطمہ کو مثالی زندگی بنا کر سامنے رکھے تو دونوں جہاں سنوار سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کو سمجھیں، ان کی صفات کو اپنے اندر پیدا کریں اور انہی کے نقش قدم پر چلیں، اللہ ہماری زندگی سے باطل لوگوں کے باطل طریقے نکال دے اور سچے لوگوں کے نورانی طریقوں کو ہماری زندگی میں زندہ کر دے۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

مقدمہ کے آخر میں ان تمام شخصیات کا شکر ادا کرنا حق واجب ہے جن کی محنت و معاونت اس کتاب کی تکمیل میں شامل حال رہی، بالخصوص میرے محترم استاذ مولانا ناظم اشرف صاحب دامت برکاتہم العالیۃ (مدیر بیت العلوم) جن کے ایماء پر اس کام کو شروع کیا گیا اور تکمیل تک آپ کی معاونت و توجہ شریک سفر رہی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس عمل کی برکتیں عطا فرمائے اور اس کے ثواب سے نوازے۔ (آمین ثم آمین)

شگفتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہو جائے
یہ التجائے مسافر قبول ہو جائے

محمد اویس سرور
فاضل و مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور

سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ

کچھ قمریوں کو یاد ہے کچھ بلبلوں کو حفظ
عالم میں ٹکڑے ٹکڑے میری داستاں کے ہیں

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جناب رسول مقبول ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔آپ کے سن ولادت میں کچھ اختلاف ہے۔مشہور یہی ہے کہ آپ نبوت کے دوسرے سال جبکہ نبی کریم ﷺ کی عمر شریف اکتالیس برس کی تھی، پیدا ہوئیں۔

آپ کی تاریخ ولادت کے بارے میں مندرجہ ذیل اقوال زیادہ مشہور ہیں:

۱۔ آپ بعثت نبوی سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں۔اس قول کو بھی راجح کیا جا سکتا ہے کیونکہ اکثر مستند روایات میں سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر ۲۸ یا ۲۹ سال بتائی گئی ہے یہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ سیدہ کی ولادت بعثت سے پانچ سال قبل تسلیم کی جائے۔

۲۔ آپ بعثت نبوی سے ایک سال بعد پیدا ہوئیں۔

۳۔ آپ بعثت نبوی سے ایک سال قبل پیدا ہوئیں۔

۴۔ آپ بعثت کے پانچویں سال پیدا ہوئیں۔

حضور ﷺ کی پہلی زوجہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی والدہ ہیں۔

حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لقب سے مشہور ہوئیں کیونکہ چہرہ مبارک نہایت سفید اور حسین تھا، آپ کو زکیہ (پاکیزہ سیرت) بھی کہا جاتا ہے، نیز آپ کو راضیہ (خوش بخوش) بتول (دنیا مافیہا سے بے نیاز) ام الحسنین (حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی والدہ) ام الائمۃ (اماموں کی ماں) ام الھاد (ہدایت یافتہ لوگوں کی ماں) کریمۃ الطرفین (ماں باپ کی طرف سے اعلیٰ نسب والی) بھی کہا جاتا ہے۔

سیدہ فاطمہ کا بچپن سرکار دو عالم ﷺ اور محترمہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آغوش تربیت میں گزرا، ان حضرات کا فیضان نظر تھا کہ سیدہ نے سن شعور سے قبل زندگی گزارنے کے آداب سیکھ لئے۔بچپن ہی میں آپ نے دعوت وتبلیغ کے فریضہ کی انجام دہی شروع کر دی

اور حضور ﷺ کی مدد و معاونت میں جہاں تک ایک معصوم بچی سے ہوسکتا تھا وہ سب کیا۔ شعب ابی طالب کی کلفتیں برداشت کیں، مکہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت اور پھر ساری زندگی ناداری و مفلسی میں گزار دی کہ بعض مرتبہ تو نوبت فاقوں تک جا پہنچتی تھی۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو سرکار دو عالم ﷺ سے بہت محبت کرتی تھیں اسی طرح حضور ﷺ بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہت زیادہ محبت و الفت و شفقت فرماتے آپ کو اپنے جگر کا ٹکڑا قرار دیتے، کبھی جنت کا پھول فرماتے، سفر سے واپسی پر پہلے سیدہ کے گھر تشریف لے جاتے اور آپ سے محبت و الفت کا برتاؤ فرماتے۔

سیدہ کی ازدواجی و گھریلو زندگی ہر مسلمان عورت کے لئے مشعل راہ ہے خاوند کی خدمت اور نفع رسانی آپ کی زندگی کا مقصد تھا۔

سیدہ کی وفات کے بارے میں اہل سیر میں سخت اختلاف ہے۔ مختلف روایات کے مطابق سیدہ نے حضور ﷺ کے وصال کے ستر دن.......... دو ماہ.......... چار ماہ...... چھ ماہ.......... آٹھ ماہ، اٹھارہ ماہ بعد وفات پائی۔ جمہور ارباب سیر نے چھ ماہ والی روایت کو ترجیح دی ہے۔ سیدۃ النساء نے ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ ہجری (منگل کی رات کو) سفر آخرت اختیار کیا۔

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

(قصہ ۱) حضرت فاطمہؓ کے آنسو

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ سفر غزوہ سے واپس تشریف لائے۔ آپ نے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی اور آپ کو یہ بات پسند تھی کہ سفر سے واپسی پر پہلے مسجد میں جائیں اور اسی میں دو رکعت نماز پڑھیں پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر جائیں اور اس کے بعد اپنی ازواج مطہرات کے گھروں میں جائیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ سفر سے واپس تشریف لائے اور اپنی ازواج مطہرات کے گھروں سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے گھر کے دروازے پر آپ کا استقبال کیا اور آپ کے چہرہ انور اور آنکھوں کا بوسہ لینے لگیں اور رونے لگیں تو حضور ﷺ نے استفسار فرمایا کیوں روتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی یہ حالت دیکھ کر رو رہی ہوں کہ آپ کا رنگ (سفر کی مشقت کی وجہ سے) بدل چکا ہے اور آپ کے کپڑے پرانے ہو گئے ہیں یہ سن کر آپ نے فرمایا اے فاطمہ! مت روؤ، اللہ نے تمہارے باپ کو ایسا دین دے کر بھیجا ہے جس کو اللہ روئے زمین کے ہر پکے گھر میں اور ہر کچے گھر میں اور ہر اونی خیمہ میں ضرور داخل کریں گے جو اسلام میں داخل ہوں گے وہ عزت پائیں گے اور جو داخل نہیں ہوں گے وہ ذلیل ہوں گے اور دنیا کے جتنے حصہ میں رات پہنچتی ہے اتنے حصے میں یہ دین بھی پہنچے گا یعنی ساری دنیا میں پہنچ کر رہے گا۔

(اخرجہ البخاری (۲/۱۰۷) ومسلم (۱/۶۷) وابوداؤد (۲/۲۳۸) والنسائی (۹/۱۲۱) والبیہقی (۹/۹۸))

(قصہ ۲) خاتون جنتؓ کی دلیری

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے اور ابو جہل بن ہشام، شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیع، عقبہ بن ابی محیط، امیہ بن خلف اور دو اور آدمی کل سات کافر حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے اور حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور نماز میں لمبے لمبے سجدے کر رہے تھے۔ ابو جہل نے کہا کہ تم میں سے کون ایسا ہے جو

فلاں جگہ جائے جہاں فلاں فلاں قبیلہ نے جانور ذبح کر رکھا ہے اور اس کی اوجھڑی ہمارے پاس لے آئے پھر ہم وہ اوجھڑی محمد کے اوپر ڈال دیں گے۔ ان میں سے سب سے زیادہ بد بخت عقبہ بن ابی معیط گیا اور اس نے وہ اوجھڑی لا کر حضور ﷺ کے کندھوں پر ڈال دی جب کہ حضور ﷺ سجدے میں تھے۔ میں وہاں کھڑا تھا مجھ میں بولنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔ میں تو اپنی حفاظت نہیں کر سکتا تھا۔ میں وہاں سے جانے لگا کہ اتنے میں آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ خبر سنی وہ دوڑی ہوئی آئیں اور آپ کے کندھوں سے اوجھڑی کو انہوں نے اتارا۔ پھر قریش کی طرف متوجہ ہو کر ان کو برا بھلا کہنے لگ گئیں۔ کافروں نے ان کو کچھ جواب نہ دیا۔ حضور ﷺ نے اپنی عادت کے مطابق سجدہ پورا کر کے سر اٹھایا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو تین مرتبہ یہ بددعا کی اے اللہ تو قریش کی پکڑ فرما۔ عقبہ، عتبہ، ابو جہل اور شیبہ کی پکڑ فرما۔ پھر آپ مسجد حرام سے باہر تشریف لے گئے۔ راستہ میں آپ کو ابو البختری بغل میں کوڑا دبائے ہوئے ملا۔ اس نے حضور ﷺ کا چہرہ پریشان دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا مجھے جانے دو۔ اس نے کہا خدا جانتا ہے میں آپ کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ آپ مجھے نہ بتا دیں کہ آپ کو کیا حادثہ پیش آیا ہے؟ آپ کو ضرور کوئی بڑی تکلیف پہنچی ہے۔ جب آپ نے دیکھا کہ یہ تو مجھے بتائے بغیر نہیں چھوڑے گا تو آپ نے اس کو سارا واقعہ بتا دیا کہ ابو جہل کے کہنے پر آپ پر اوجھڑی ڈالی گئی۔ ابو البختری نے کہا آؤ مسجد چلیں۔ حضور ﷺ اور ابو البختری چلے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ پھر ابو البختری ابو جہل کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ اے ابو الحکم کیا تمہارے ہی کہنے کی وجہ سے محمد (ﷺ) پر اوجھڑی ڈالی گئی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ ابو البختری نے کوڑا اٹھا کر اس کے سر پر مارا۔ کافروں میں آپس میں ہاتھا پائی ہونے لگی۔ ابو جہل چلایا تم لوگوں کا ناس ہو۔ تمہاری اس ہاتھا پائی سے محمد ﷺ کا فائدہ ہو رہا ہے۔ محمد ﷺ تو یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے درمیان دشمنی پیدا ہو جائے اور وہ ان کے ساتھی بچے رہیں۔ (حیاۃ الصحابۃ ۳۵۸/۱)

(قصہ۳) جو کی روٹی کا ٹکڑا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ کو جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا پیش کیا۔ آپ نے فرمایا یہ پہلا کھانا ہے جسے تمہارے والد تین دن کے بعد کھا رہے ہیں۔

طبرانی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یہ ٹکیہ میں نے پکائی تھی۔ مجھے یہ اچھا نہ لگا کہ میں اسے اکیلے ہی کھالوں اس لئے میں آپ کے پاس یہ ٹکڑا لے آئی پھر آپ نے فرمایا یہ پہلا کھانا ہے جسے تمہارے والد نے تین دن کے بعد کھایا ہے۔ (حیاۃ الصحابۃ (۲۱۲/۱/۱))

(قصہ۴) حضرت فاطمہؓ کی تنگدستی

حضرت عطار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کئی دن ایسے گزرے کہ نہ ہمارے پاس کوئی چیز تھی اور نہ حضور ﷺ کے پاس۔ میں (گھر سے) باہر نکلا تو مجھے راستہ میں ایک دینار پڑا ہوا ملا۔ تھوڑی دیر میں سوچتا رہا کہ اسے اٹھاؤں یا نہ اٹھاؤں لیکن بالآخر میں نے اسے اٹھالیا کیونکہ (کئی دن کے فاقہ کی وجہ سے) ہم بڑی مشقت میں تھے۔ میں اسے لے کر ایک دکان پر گیا اور اس کا آٹا خرید کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لایا اور میں نے کہا اسے گوندکر روٹی پکاؤ۔ چنانچہ وہ آٹا گوندھنے لگیں (بھوک کی وجہ سے) ان کی کمزوری کا یہ حال تھا کہ ان کی پیشانی کے بال (آٹے کے) برتن سے ٹکرا رہے تھے پھر انہوں نے روٹی پکائی پھر میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر سارا قصہ سنایا آپ نے فرمایا تم اسے کھالو کیونکہ یہ وہ روزی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو (غیبی خزانہ سے) عطا فرمائی ہے۔ (حیاۃ الصحابۃ (۴۱۷/۱))

(قصہ۵) حضرت فاطمہؓ کی ہجرت مدینہ کا واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ نے ہجرت فرمائی تو آپ

ہمیں اور اپنی بیٹیوں کو پیچھے (مکہ میں) چھوڑ گئے تھے۔ جب آپ کو (مدینہ میں) قرار حاصل ہو گیا تو آپ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان کے ساتھ اپنے غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان دونوں کو دو اونٹ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لے کر پانچ سو درہم اس لیے دے دیئے تھے کہ ضرورت پڑے تو ان سے اور سواری کے جانور خرید لیں اور ان دونوں کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن اریقط رضی اللہ عنہ کو دو یا تین اونٹ دے کر بھیجا اور حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا کہ میری والدہ رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اور مجھے اور میری بہن حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں ان کو ان سواریوں پر بٹھا کر روانہ کر دے۔ یہ تینوں حضرات (مدینہ سے) اکٹھے روانہ ہوئے اور جب یہ حضرات مقام قدید پہنچے تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے ان پانچ سو درہم کے تین اونٹ خریدے پھر یہ سب اکٹھے مکہ میں داخل ہوئے۔ ان کی حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی وہ بھی ہجرت کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ یہ سب اکٹھے (مکہ سے) روانہ ہوئے۔ حضرت زید اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہما حضرت فاطمہ اور حضرت ام کلثوم اور حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہن کو لے کر چلے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ام ایمن اور حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی ایک اونٹ پر سوار کیا۔ جب ہم مقام بیداء پہنچے تو تو میرا اونٹ بدک گیا۔ میں ہودج میں تھی اور میرے ساتھ میری والدہ بھی اس ہودج میں تھیں میری والدہ کہنے لگیں ہائے بیٹی۔ ہائے دلہن (کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ہجرت سے پہلے ہو چکا تھا) آخر کار ہمارا اونٹ پکڑا گیا اور اس وقت وہ ہرشیٰ گھاٹی پار کر چکا تھا بہر حال اللہ تعالیٰ نے ہمیں بچا لیا پھر ہم مدینہ پہنچ گئے۔ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں اتری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ٹھہرے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد بنا رہے تھے اور مسجد کے ارد گرد گھر تعمیر فرما رہے تھے پھر ان گھروں میں اپنے گھر والوں کو ٹھہرایا۔ (حیاۃ الصحابۃ (۱/۴۹۴)

(قصہ ۶) حضرت علیؓ کے نزدیک مقام فاطمہؓ

حضرت عروہؒ نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ جب مکہ سے مدینہ تشریف لے آئے تو آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ سے کنانہ یا ابن کنانہ کے ساتھ روانہ ہوئیں اور مکہ والے ان کی تلاش میں نکل پڑے۔

چنانچہ ہبار بن اسود ان تک پہنچ گیا۔ اور اپنا نیزہ ان کے اونٹ کو مارتا رہا یہاں تک کہ ان کو نیچے گرا دیا جس سے ان کا حمل ساقط ہو گیا۔ انہوں نے صبر وتحمل سے کام لیا اور انہیں اٹھا کر لایا گیا۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ کا ان کے بارے میں آپس میں جھگڑا ہو گیا بنو امیہ کہتے تھے کہ ہم ان کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ وہ ان کے چچا زاد بھائی حضرت ابو العاص کے نکاح میں تھیں۔ آخر میں یہ ہند بنت عتبہ بن ربیع کے پاس رہتی تھیں اور وہ ان سے کہا کرتی تھی کہ یہ سب تمہارے باپ (یعنی حضور ﷺ) کی وجہ سے ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ تم (مکہ) جا کر زینب کو لے نہیں آتے؟ انہوں نے کہا ضرور یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا تم میری انگوٹھی لو یہ ان کو (بطور نشانی کے) دے دینا۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مدینہ سے) چل دیئے اور (حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک چپکے سے بات پہنچانے کی) مختلف تدبیریں اختیار کرتے رہے چنانچہ ان کی ایک چرواہے سے ملاقات ہوئی اس سے پوچھا کہ تم کس کے چرواہے ہو؟ اس نے کہا ابو العاص کا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یہ بکریاں کس کی ہیں؟ اس نے کہا زینب بنت محمد (ﷺ) کی ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے مانوس کرنے کے لیے) کچھ دیر اس کے ساتھ چلتے رہے۔ پھر اس سے کہا یہ ہو سکتا ہے کہ تم کو میں کوئی چیز دوں وہ تم حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو پہنچا دو اور اس کا کسی سے تذکرہ نہ کرو؟ اس نے کہا ہاں۔ چنانچہ اسے وہ انگوٹھی دے دی جسے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پہچان لیا۔ انہوں نے چرواہے سے پوچھا تمہیں یہ انگوٹھی کس نے دی؟ اس نے کہا ایک آدمی نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا اس آدمی کو تم نے

کہاں چھوڑا؟ اس نے کہا فلاں جگہ۔ پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا خاموش ہوگئیں جب رات ہوئی تو چپکے سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی طرف چل پڑیں جب یہ ان کے پاس پہنچیں تو ان سے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا تم میرے آگے اونٹ پر سوار ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا تم میرے آگے سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ آگے حضرت زید رضی اللہ عنہ سوار ہوئے اور یہ ان کے پیچھے بیٹھیں (اس وقت تک پردہ فرض نہیں ہوا تھا) اور مدینہ پہنچ گئیں۔ حضور ﷺ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ میری بیٹیوں میں سے یہ سب سے اچھی بیٹی ہے جسے میری وجہ سے بہت تکلیف اٹھانی پڑی۔ جب یہ حدیث حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو وہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ وہ کون سی حدیث ہے جس کے بارے میں مجھے خبر ملی ہے کہ تم اسے بیان کر کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا درجہ کم کر دیتے ہو؟ حضرت عروہ نے فرمایا اللہ کی قسم! مجھے یہ بات بالکل پسند نہیں ہے کہ جو کچھ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے وہ سب مجھے مل جائے اور میں (اس کے بدلہ میں) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ذرا سا بھی درجہ کم کروں۔ بہرحال میں آج کے بعد یہ حدیث کبھی بیان نہیں کروں گا۔ (حیاۃ الصحابۃ (۴۹۷/۱))

(قصہ ۷) جنگ احد کے دن کا ایمان افروز واقعہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ احد کے دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور یہ شعر پڑھے۔

اَفَاطِمُ! هَاکِ السَّیْفَ غَیْرَ ذَمِیْمِ　　فَلَسْتُ بِرِعْدِیْدٍ وَلَا بِلَئِیْمِ

”اے فاطمہ! یہ تلوار لے لو جس میں کوئی عیب نہیں ہے اور نہ تو (ڈر کی وجہ سے) مجھ پر کبھی کپکپی طاری ہوتی ہے اور نہ میں کمینہ ہوں“

لَعَمْرِیْ لَقَدْ اَبْلَیْتُ فِیْ نَصْرِ اَحْمَدٍ　　وَمَرْضَاةِ رَبٍّ بِالْعِبَادِ عَلِیْمِ

”میری عمر کی قسم! احمد ﷺ کی مدد اور اس رب العزت کی خوشنودی کی خاطر میں نے پوری کوشش کی ہے جو بندوں کو اچھی طرح جانتا ہے“

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم نے عمدہ طریقہ سے جنگ کی ہے تو حضرت سہل بن حنیف اور حضرت ابن الصمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی خوب عمدہ طریقے سے جنگ کی ہے اور حضور ﷺ نے ایک اور صحابی کا بھی نام لیا جسے معلیٰ راوی بھول گئے۔

اس پر حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے آ کر عرض کیا اے محمد! آپ کے والد کی قسم! یہ غمخواری کا موقع ہے۔اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اے جبرائیل یہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو مجھ سے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا میں آپ دونوں کا ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے اور ان سے کہا یہ تلوار لے لو اس میں کوئی عیب نہیں ہے حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم نے اچھی طرح سے جنگ کی ہے تو حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو دجانہ سماک بن فرشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی خوب اچھی طرح جنگ کی ہے۔

(حیاۃ الصحابۃ (۱/۱۴۷)

(قصہ ۸) ﴿ہائے وہ میر کارواں نہ رہا﴾

سرور کونین ﷺ کی تجہیز و تکفین کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تعزیت کے لیے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آتے تھے لیکن انہیں کسی پہلو قرار نہ تھا۔ایک دن حضور پرنور ﷺ کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعزیت و تسلی کے لیے حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے فرمایا ''انس یہ تو بتاؤ تمہارے دل نے یہ کیسے گوارا کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا جسد اقدس زمین کے سپرد کرو''

یہ سن کر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور غم و الم کا پیکر بنے ہوئے واپس گئے۔

تمام اہل سیر متفق ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد کسی نے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔

ایک دن سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرور عالم ﷺ کی قبر مبارک پر گئیں اور اشکبار ہو کر یہ

اشعار پڑھنے لگیں:

مَــاذَا عَــلٰـی مَنْ شَــمَّ تُــرْبَةَ اَحْــمَـدَ
اَنْ لَّایَشُــمُّ مَــدَی الزَّمَــان غَــوَالِیًــا
صُبَّــتْ عَــلَــیّ مَــصَــائِبٌ لَــوْاَنَّهَــا
صُبَّــتْ عَــلَــی الْاَیَّــامِ صِــرْنَ لَیَــالِیًــا

(ترجمہ)"جو شخص احمد ﷺ کی تربت کی مٹی ایک بار سونگھ لے اس پر لازم ہے کہ پھر کبھی کوئی خوشبو نہ سونگھے (یعنی اس کو ساری عمر کسی خوشبو کے سونگھنے کی ضرورت نہیں) مجھ پر جو مصیبتیں پڑیں اگر دنوں پر پڑتیں تو وہ راتوں میں تبدیل ہو جاتے"

کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں شعر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں۔ سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کے مرقد اقدس پر حاضر ہوئیں تو خود بخود ان کی زبان پر جاری ہو گئے۔

بعض اہل سیر نے خود سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی کچھ اشعار منسوب کیے ہیں جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات پر کہے۔ ان میں چند اشعار یہ ہیں:

اِغْبَــرَ آفَــاقُ السَّمَــآءِ وَکُوِّرَتْ ‏ شَــمْــسُ النَّهَارِ وَاظْلَمَ الْعَصْرَانِ
وَالْاَرْضُ مِــنْ بَــعْــدِ الَّــنبِیّ کَیئبَة ‏ اَسَفًــا عَــلَیْــهِ کَثِیْــرَة الْاحْــزَانِ
فَــلْیَبْــکِــه شَــرْقَ الْبِلَادِ وَغَرْبِهَــا ‏ وَلْتَبْــکِــه مُــضَــرَ وَکُــلَّ یَــمَــانِ
یَا خَاتَمَ الرَّسُلِ الْمبَارَکِ صِنْوَةً ‏ صَــلّٰــی عَــلَیْــکَ مُنَزِلُ الْقُــرآن

"آسمان غبار آلود ہو گیا۔ آفتاب لپیٹ دیا گیا۔ دنیا میں تاریکی ہو گئی۔ نبی ﷺ کے بعد زمین نہ صرف غمگین ہے بلکہ فرط الم سے شق ہو گئی ہے۔ چاہیے کہ آپؐ پر مشرق و مغرب کے رہنے والے روئیں اور چاہیے کہ تمام اہل یمن اور قبیلہ مضر کے لوگ آپؐ کی وفات پر روئیں۔ اے خاتم الرسل! آپؐ برکت و سعات کی جوئے فیض ہیں۔ آپ پر تو قرآن نازل کرنے والے نے بھی درود سلام بھیجا ہے"

مرثیہ کے یہ دو شعر بھی سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف منسوب ہیں:

اِنَّـا فَـقَـدُ نَـاکَ فَـقُدَ الاَرُضَ وابلَهَا
وَغَـابَ مُـذ غبتَ عَنَّا الوَحُيُ وَالکُتُب
فَلَيـتَ قَبـلَکَ کَـانَ المَوُتُ صَادَ فَنَا
لَـمَّـا يَـغيـبُ وَحَالَتُ دُونَکَ الکتب

(ترجمہ) ''آپؐ ہم سے کیا جدا ہو گئے کہ زمین اپنی طراوت سے محروم ہو گئی۔ آپؐ کے تشریف لے جانے سے وحی اور خدائی کتابوں کے اترنے کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا۔ کاش آپؐ کی رحلت سے پیشتر اور اس وقت سے پہلے جب مٹی نے آپؐ کو پوشیدہ کیا ہمیں موت آ جاتی اور ہم مر گئے ہوتے''

باغ باقی ہے باغباں نہ رہا
اپنے پھولوں کا پاسباں نہ رہا
کارواں تو رواں رہے گا مگر
ہائے وہ میرِ کارواں نہ رہا

(سیرت فاطمۃ الزہراءؓ، از طالب الہاشمی، ص ۱۶۴۔۱۶۶)

(قصہ ۹) ﴿اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنے کی برکت﴾

حضرت علاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نبی کریم ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا اے میری بیٹیا! مت رو۔ جب میرا انتقال ہو جائے تو ''اِنَّـا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيۡہِ رَاجِعُوۡنَ'' پڑھنا کیونکہ اِنَّا لِلّٰہِ پڑھ لینے سے انسان کو ہر مصیبت کا بدلہ مل جا سکتا ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ! آپ کا بدل بھی مل جائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا میرا بدل بھی مل جائے گا۔

(طبقات ابن سعد (۲/۳۱۲))

(قصہ ۱۰) ﴿ہائے میرے ابا جان!﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نبی کریم ﷺ کی بیماری اور بڑھ گئی اور آپ

بہت زیادہ بے چین ہو گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہائے ابا جان کی بے چینی! حضور ﷺ نے ان سے فرمایا آج کے بعد تمہارے والد پر کبھی بے چینی نہیں آئے گی۔ پھر جب حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہائے میرے ابا جان نے رب کی دعوت قبول کر لی۔ ہائے میرے ابا جان کا ٹھکانا جنت الفردوس بن گیا۔ ہائے میرے ابا جان! ان کی موت پر ہم حضرت جبرائیل سے تعزیت کرتے ہیں۔ پھر جب حضور ﷺ دفن ہو گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے انس! تمہارے دل حضور ﷺ پر مٹی ڈالنے کے لیے کیسے آمادہ ہو گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے انس! تمہارے دل کیسے آمادہ ہو گئے کہ تم حضور ﷺ کو مٹی میں دفنا کر واپس آ گئے؟ حضرت حمّاد کہتے ہیں جب حضرت ثابت رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تو اتنا روتے کہ پسلیاں ہلنے لگتیں۔

(البدایۃ والنہایۃ (۵/۲۷۳)

(قصہ ۱۱) ﴿ابوسفیان کی پریشانی﴾

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ نے (حُدَیبِیہ میں) مکہ والوں سے صلح کی تو قبیلہ خزاعہ والے زمانہ جاہلیت سے ہی حضور ﷺ کے حلیف چلے آ رہے تھے اور قبیلہ بنو بکر والے قریش کے حلیف تھے۔ اس لیے حضور ﷺ کی صلح کے اندر قبیلہ خزاعہ والے بھی آ گئے اور قریش کی صلح میں بنو بکر داخل ہو گئے۔ قبیلہ خزاعہ اور بنو بکر کے درمیان پہلے سے لڑائی چلی آ رہی تھی اس صلح کے بعد قریش نے ہتھیار اور غلہ سے بنو بکر کی مدد کی اور بنو بکر نے خزاعہ پر اچانک چڑھائی کر دی اور ان پر غالب آ کر ان کے کچھ آدمی قتل کر دیئے۔ اس پر قریش کو یہ ڈر ہوا کہ وہ صلح توڑ چکے ہیں اس لیے انہوں نے ابوسفیان سے کہا محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور پورا زور لگاؤ کہ یہ معاہدہ برقرار رہے اور صلح باقی رہے۔ ابو سفیان مکہ سے چلے اور مدینہ پہنچے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ابوسفیان تمہارے پاس آیا ہے اس کا کام بنے گا تو نہیں لیکن یہ خوش ہو کر واپس جائے گا۔ چنانچہ ابوسفیان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا اے ابوبکر! آپ اس معاہدہ کو برقرار اور صلح کو باقی رکھیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اس کا اختیار مجھے نہیں بلکہ اس کا اختیار تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہے۔ پھر وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور ان سے انہوں نے وہی بات کہی جو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہی تھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تم نے تو خود ہی صلح توڑ دی ہے اور اب جو صلح نئی ہو خدا پرانا کرے اور جو صلح سخت اور پرانی ہو اسے خدا توڑ دے۔ اس پر ابوسفیان نے کہا میں نے تم جیسا اپنے قبیلہ کا دشمن کوئی نہیں دیکھا۔ پھر وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے اور ان سے کہا اے فاطمہ! کیا تم ایسا کام کرنے پر بخوشی تیار ہو جس سے تم اپنی قوم کی عورتوں کی سردار بن جاؤ پھر ان سے وہی بات کہی جو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہی تھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا اس کا اختیار مجھے نہیں ہے بلکہ اس کا اختیار تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر وہی بات کہی جو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا میں نے تم سے زیادہ بھٹکا ہوا آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ تم تو خود اپنے قبیلہ کے سردار ہو اس لیے تم اس معاہدہ کو برقرار رکھو اور اس صلح کو باقی رکھو (کسی کو مت توڑنے دو) اس پر ابوسفیان نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مار کر کہا میں نے لوگوں کو ایک دوسرے سے پناہ دی۔ پھر مکہ واپس چلا گیا اور وہاں والوں کو سارا حال بتایا۔ انہوں نے کہا آپ جیسا قوم کا نمائندہ آج تک نہیں دیکھا اللہ کی قسم! آپ نہ تو لڑائی کی خبر لائے ہیں کہ ہم چوکنے ہو کر اس کی تیاری کرتے اور نہ صلح کی خبر لائے ہیں کہ ہم جنگ سے مطمئن ہو کر آرام سے بیٹھ جاتے۔ اس کے بعد آگے فتح مکہ کا قصہ بیان کیا۔ (منتخب کنز العمال (۱۶۲/۴))

(قصہ ۱۲) حضرت سعدؓ کے نزدیک مقام فاطمہؓ

حضرت ابونجیح ؒ کہتے ہیں جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کو آئے تو انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا اے ابواسحاق! غزوات کی مشغولی کی وجہ سے کئی سالوں سے ہم لوگ حج نہ کر سکے جس کی وجہ سے ہم حج کی بہت سی سنتیں بھولتے جا رہے ہیں لہٰذا آپ طواف کریں ہم بھی آپ کے ساتھ طواف کریں گے۔ طواف کے بعد

حضرت معاویہ ان کو اپنے ساتھ دار الندوہ لے گئے اور انہیں اپنے ساتھ اپنے تخت پر بٹھایا پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ شروع کر دیا اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اپنے تحفظات کا اظہار کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ نے مجھے اپنے گھر میں لاکر اپنے تخت پر بٹھایا پھر آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یوں کہنے لگ گئے ہیں اللہ کی قسم! حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تین ایسی باتیں پائی جاتی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھے مل جائے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ غزوہ تبوک میں جاتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا تھا تم میرے لئے ایسے ہو جیسے ہارون حضرت موسیٰ کے لیے تھے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ میرے بات کوئی نبی نہیں ہوگا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یہ فرما دیتے تو مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب ہوتا دوسری بات یہ کہ جنگ خیبر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا میں آج جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں اللہ اس کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائیں گے اور وہ میدان سے بھاگنے والا آدمی نہیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے بارے میں یہ کلمات فرما دیتے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے زیادہ محبوب ہوتا۔ تیسری بات یہ ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں اگر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد ہوتا اور میری شادی ان کی بیٹی سے ہوتی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ میرے ان سے بیٹے ہوتے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے زیادہ محبوب ہوتا میں آج کے بعد کبھی تمہارے گھر نہیں آؤں گا۔ یہ فرما کر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی چادر جھاڑی اور باہر تشریف لے گئے۔ (البدایۃ والنہایۃ ۷/۳۴۰-۳۴۱)

(قصہ ۱۳) حضرت عائشہؓ کی حضرت فاطمہؓ سے محبت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا جو بات چیت میں اور اٹھنے بیٹھنے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آتا دیکھتے تو ان کو مرحبا کہتے پھر کھڑے ہو کر

ان کا بوسہ لیتے۔ پھران کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنی جگہ بٹھاتے اور جب حضور ﷺ ان کے ہاں سے تشریف لے جاتے تو وہ مرحبا کہتیں پھر کھڑے ہو کر حضور ﷺ کا بوسہ لیتیں۔ مرض الوفات میں وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں تو حضور ﷺ نے انہیں مرحبا کہا اور ان کا بوسہ لیا اور پھر چپکے سے ان سے کچھ بات کی جس پر وہ رونے لگیں۔ حضور ﷺ نے دوبارہ ان سے چپکے سے کچھ بات کی جس پر وہ ہنسنے لگیں۔ میں نے عورتوں سے کہا میں تو سمجھتی تھی کہ ان کو یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عام عورتوں سے بہت زیادہ فضیلت حاصل ہے لیکن یہ بھی ایک عام عورت ہی نکلیں پہلے رو رہی تھیں پھر ایک دم ہنسنے لگ گئیں۔ پھر میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ حضور ﷺ نے تم سے کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا (یہ راز کی بات ہے اگر میں آپ کو بتادوں تو) پھر تو میں راز فاش کرنے والی ہو جاؤں گی۔ جب حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا تب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا کہ حضور ﷺ نے مجھے چپکے سے پہلے کہا تھا کہ میرا انتقال ہونے والا ہے اس پر میں رونے لگ گئی تھی۔ اس کے بعد پھر چپکے سے یہ فرمایا تھا کہ تم میرے خاندان میں سب سے پہلے مجھ سے آملو گی اس سے مجھے بہت خوشی ہوئی اور یہ بات مجھے بہت اچھی لگی۔ (اس پر میں ہنسنے لگی تھی)

(اخرجہ البخاری فی الادب المفرد، ص: ۱۳۸)

(قصہ ۱۴)　﴿سب سے زیادہ محبوب﴾

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں (حضور ﷺ کے دروازے پر) بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما اندر جانے کی اجازت لینے آئے اور یوں کہا اے اسامہ! اندر جا کر حضور ﷺ سے ہمارے لیے اجازت لے آؤ۔ میں نے اندر جا کر کہا یارسول اللہ! حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما اندر آنے کی اجازت چاہ رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے وہ دونوں کیوں آئے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے معلوم ہے انہیں اندر بھیج دو ان دونوں نے اندر آکر عرض کیا یارسول اللہ! ہم آپ سے یہ پوچھنے آئے ہیں کہ آپ کو اپنے رشتہ داروں میں سے سب

سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا فاطمہ بنت محمد۔ انہوں نے کہا ہم آپ کے گھر والوں کے بارے میں نہیں پوچھ رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے اور میں نے بھی اس پر انعام کیا ہے اور وہ ہے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ۔ ان دونوں حضرات نے کہا ان کے بعد کون؟ حضور ﷺ نے فرمایا پھر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے اپنے چچا کو تو سب سے آخر میں کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ نے آپ سے پہلے ہجرت کی ہے (اور ہمارے ہاں درجہ دین کی محنت کے مطابق بنتا ہے)

(حیاۃ الصحابۃ (۶۵۹/۲)

(قصہ ۱۵) حضرت صفیہؓ حضرت فاطمہؓ کو ہدیہ پیش کرتی ہیں

حضرت عطاء بن یسارؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خیبر سے مدینہ آئیں تو ان کو حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے ایک گھر میں ٹھہرایا گیا انصار کی عورتیں سن کر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حسن و جمال کو دیکھنے آنے لگیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی نقاب ڈالے ہوئے آئیں جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہاں سے باہر نکلیں تو حضور ﷺ بھی ان کے پیچھے پیچھے نکل آئے اور پوچھا اے عائشہ! تم نے کیا دیکھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں نے ایک یہودی عورت دیکھی حضور ﷺ نے فرمایا یوں نہ کہو کیونکہ یہ تو مسلمان ہوگئی ہے اور بہت اچھی طرح مسلمان ہوئی ہے۔

حضرت سعید بن مسیّبؒ سے صحیح سند سے روایت ہے کہ جب حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں تو ان کے کان میں سونے کا بنا ہوا کھجور کا ایک پتہ تھا تو انہوں نے اس میں سے کچھ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اور ان کے ساتھ آنے والی عورتوں کو ہدیہ کیا۔

(الاصابۃ (۳۴۷/۴)

(قصہ ۱۶) ﴿حضرت فاطمہؓ کی ذہانت﴾

ننھی سیدہ وقتاً فوقتاً رسول اکرم ﷺ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایسے ایسے سوالات پوچھتیں جن سے ان کی ذہانت اور فطانت کا اظہار ہوتا تھا۔ایک روایت میں ہے کہ ایک دن ننھی سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی والدہ ماجدہ سے پوچھا کہ اماں جان، اللہ تعالیٰ جس نے ہمیں اور دنیا کی ہر چیز کو پیدا کیا ہے کیا وہ ہمیں نظر بھی آ سکتا ہے؟

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ''بیٹی اگر ہم دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور نیکی کریں اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے باز رہیں، کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرائیں، صرف اسی کو عبادت کے لائق سمجھیں اور اللہ کے رسول پر ایمان لائیں تو قیامت کے دن، ہم ضرور اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔اس دن نیکی اور بدی کا حساب بھی ہوگا۔

رسول اکرم ﷺ گھر تشریف لاتے تو ننھی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایسی ایسی باتیں سکھاتے جن سے خدا شناسی اور اللہ کے بندوں سے محبت کا سبق ملتا مبداء فیض نے انہیں کمال درجے کی ذہانت عطا کی تھی۔ جو بات ایک دفعہ سن لیتیں ہمیشہ یاد رکھتی تھیں۔ جب حضور ﷺ گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ننھی سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کرتیں کہ آج اپنے ابا جان سے کون کون سی باتیں سیکھی ہیں، وہ فوراً سب کچھ بتا دیتیں۔ (سیرت فاطمۃ الزہراءؓ، از طالب الہاشمی، ص:۶۲)

(قصہ ۱۷) ﴿حضرت فاطمہؓ کی سادگی﴾

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دنیا کی نمود و نمائش سے بچپن ہی میں سخت نفرت تھی۔ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کسی عزیز کی شادی تھی انہوں نے اپنی بچیوں کے لیے اس تقریب میں شرکت کرنے کے لیے اچھے اچھے کپڑے اور زیور بنوائے۔ جب گھر سے چلنے کا وقت آیا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ کپڑے اور زیور

پہننے سے صاف انکار کر دیا اور معمولی کپڑوں میں ہی محفل شادی میں شریک ہوئیں گویا بچپن سے ہی ان کے عادات واطوار سے خدادوستی اور استغناء کا اظہار ہوتا تھا۔

(سیرت فاطمۃ الزہراء، از طالب الہاشمی، ص ۶۳)

(قصہ ۱۸) ﴿شعب ابی طالب کے دردناک حالات﴾

۶ نبوی میں جب عم رسول حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے اسلام قبول کیا تو مشرکین قریش فرط غضب سے دیوانے ہو گئے اور ان کے صبر کا پیمانہ چھلک گیا۔ تمام اکابر قریش نے جمع ہو کر بالاتفاق یہ فیصلہ کیا کہ جب تک بنو ہاشم اور بنو مطلب محمد ﷺ کو قتل کرنے کے لیے ان کے حوالے نہ کریں گے کوئی شخص ان سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھے گا، نہ ان کے پاس کوئی چیز فروخت کی جائے گی، نہ ان سے رشتہ ناتا کیا جائے گا اور نہ انہیں کھلے بندوں پھرنے دیا جائے گا۔ اس فیصلہ کو معرض تحریر میں لا کر ہر قبیلہ کے نمائندے نے دستخط کیے یا انگوٹھا لگایا اور پھر اسے در کعبہ پر آویزاں کر دیا۔

جب بنو ہاشم کو اس خوفناک معاہدے کا علم ہوا تو وہ مطلق ہراساں نہ ہوئے اور مشرکین کا مطالبہ ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ خاندان کے بزرگ ابو طالب، ہاشم اور مطلب کی تمام اولاد واحفاد کو ساتھ لے کر شعب ابی طالب میں پناہ گزین ہو گئے۔ ان پناہ گزینوں میں بوڑھے جوان عورتیں اور بچے سبھی شامل تھے۔ صرف ابولہب اور اس کے زیر اثر چند ہاشمیوں نے مشرکین کا ساتھ دیا۔

شعب ابی طالب سے متعلق مختلف روایتیں ہیں۔ کسی روایت میں اسے دامن کوہ کا ایک کشادہ مکان بتایا گیا ہے اور کسی میں اسے پہاڑ کا ایک درہ بتایا گیا ہے جو خاندان ہاشم کا موروثی تھا۔

مشرکین مکہ نے یکم محرم ۷ نبوی کو شعب ابی طالب کا محاصرہ کر لیا اور اس میں اتنی سختی برتی کہ کھانے پینے کی کوئی چیز محصورین کو نہ پہنچنے دیتے تھے۔ باہر سے اگر کوئی سوداگر غلہ فروخت کرنے کے لیے لاتا تو اس سے ایک ایک دانہ خرید کر قابو میں کر لیتے تا کہ اسے

محصورین نہ خرید سکیں۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے بچے جب بھوک سے بے تاب ہو کر روتے تو مشرکین ان کی آوازیں سن سن کر خوش ہوتے تھے۔ عورتوں کی چھاتیوں میں دودھ خشک ہو گیا تھا۔ محصورین کے منہ میں کئی کئی دن تک ایک کھیل بھی اڑ کر نہ جاتی تھی۔ اگر کبھی حضرت ابوبکر صدیق یا دوسرے غیر ہاشمی جاں نثار چوری چھپے جان جوکھوں میں ڈال کر کوئی چیز شعب ابی طالب میں پہنچاتے تو اس کی مقدار اتنی قلیل ہوتی کہ چند دن بھی ساتھ نہ دیتی۔ چنانچہ بے کس محصورین درختوں اور جھاڑیوں کی پتیاں ابال ابال کر اپنا پیٹ بھرتے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رات کو انہیں سوکھے ہوئے چمڑے کا ایک ٹکڑا کہیں سے مل گیا۔ انہوں نے اسے پانی سے دھویا پھر آگ پر بھونا اور کوٹ کر پانی میں گھولا اور ستو کی طرح پیا۔

غرض بنو ہاشم اور بنو مطلب مسلسل تین برس تک شعب ابی طالب میں زہر گداز اور حوصلہ فرسا مصائب و آلام کا شکار رہے۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی مصیبت کا یہ زمانہ اپنے عظیم المرتبت والدین اور دوسرے اعزہ و اقارب کے ساتھ محصوری میں گزارا اور تمام سختیاں بڑے صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کیں۔ ان تین سالوں کے دوران میں جب حج کا موسم آتا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم مردانہ وار شعب ابی طالب سے نکلتے اور لوگوں کو دعوت توحید دیتے بد بخت ابولہب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے پھرتا اور لوگوں سے کہتا، ''لوگو! میرا یہ بھتیجا دیوانہ (نعوذ باللہ) ہو گیا ہے۔ اس کی باتوں پر مت دھیان دو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے''

مشرکین میں بعض رحم دل آدمی بھی تھے۔ ان کا دل بنو ہاشم کی مصیبت پر کڑھتا تھا لیکن ان سے علانیہ ہمدردی کا اظہار کر کے عامۃ المشرکین سے عداوت مول لینے کا حوصلہ نہ پڑتا تھا لیکن ایک دن ایک عجیب واقعہ ہوا۔ ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام نے (جو اس وقت تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوتے تھے) اپنے غلام کے ہاتھ کچھ گندم اپنی پھوپھی (حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو دینے کے لیے روانہ کی۔ راستے میں اسے ابوجہل مل گیا، پوچھا ''گندم کہاں لے جا رہے ہو''

اس نے کہا ''شعب ابی طالب میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس''

ابوجہل نے اس کا راستہ روک لیا اور کہا '' یہ ہرگز نہیں ہوسکتا ، بنو ہاشم کو ہم گندم کا ایک دانہ بھی نہ پہنچنے دیں گے''

اتفاق سے ابوالبختری بن ہشام ایک غیر مسلم رحمدل رئیس کا وہاں سے گزر ہوا۔ اس نے پوچھا، ''تم آپس میں کیوں جھگڑ رہے ہو'' ابوجہل نے واقعہ بتایا اور کہا کہ ''معاہدہ کے مطابق ہم کوئی چیز شعب ابی طالب میں نہیں پہنچا سکتے لیکن یہ شخص ہم سے بالا ہی بالا بنی ہاشم کو غلہ پہنچانا چاہتا ہے''

ابوالبختری نے کہا ''خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کچھ گندم اپنے بھتیجے کے پاس امانت رکھی تھی اگر وہ اسے واپس کرنا چاہتا ہے تو ہمارا اس میں کیا حرج ہے؟''

ابوجہل نے کہا ''تم بھی بنو ہاشم کے خیر خواہ معلوم ہوتے ہو، ہوا کرو ہمیں اس کی پروا نہیں لیکن میں یہ گندم شعب ابی طالب میں ہرگز نہ پہنچنے دوں گا''

ابوالبختری کو بھی اب جوش آ گیا۔ اس نے کڑک کر کہا ''اچھا تو پھر میں دیکھوں گا کہ تم یہ گندم کیسے بنو ہاشم کو نہیں پہنچنے دیتے''

یہ کہہ کر اس نے ابوجہل کو پکڑ کر زمین پر دے مارا اور خوب پیٹا حتیٰ کہ وہ لہولہان ہوگیا۔ ابوالبختری کی شہ زوری کے سامنے ابوجہل کی کچھ پیش نہ چلی اور وہ کان دبا کر بھاگ گیا۔ حکیم بن حزام کے غلام نے اب اطمینان کے ساتھ گندم شعب ابی طالب میں پہنچادی۔

ابوجہل کی رسوائی کا قصہ جب عام لوگوں میں پھیلا تو طرح طرح کی چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں اور کچھ لوگوں نے برملا محصورین سے ہمدردی کا اظہار شروع کر دیا۔ بنی مخزوم کا ایک رحمدل شخص ہشام عامری، عبدالمطلب کے نواسے زہیر بن ابوامیہ کے پاس گیا اور کہنے لگا۔ ''اے زہیر! تم یہ کیسے گوارا کرتے ہو کہ تم تو دونوں وقت شکم سیر ہو کر کھاؤ اور تمہارے ماموں روٹی کے ایک لقمے کو بھی ترسیں''

زہیر نے کہا ''برادرعم، میرے بس میں ہوتا تو میں اس ناپاک معاہدے کا قصہ کبھی کا

پاک کر چکا ہوتا لیکن افسوس کہ میں اکیلا ہوں''

ہشام نے کہا ''میں تمہارے ساتھ ہوں کمر ہمت باندھو ہمیں اور بھی کئی ساتھی مل جائیں گے''

اب زہیر اور ہشام دونوں مطعم بن عدی کے ہاں پہنچے وہاں زمعہ بن الاسود اور ابو البختری کو بھی اپنا ہم خیال پایا۔ دوسرے دن بنو ہاشم اور بنو مطلب کے سب خیر خواہ کعبہ میں پہنچے، قریش کو جمع کیا اور ان سے مخاطب ہو کر کہا:

''یا معشر قریش! کیا یہ ظلم نہیں ہے کہ ہم شکم سیر ہو کر کھاتے ہیں لیکن بنو ہاشم اور بنو مطلب جو ہمارے ہی بھائی بند ہیں، اناج کے ایک ایک دانے کو ترس رہے ہیں۔ ان کے بچے اور عورتیں بھوک سے ہلکان ہو گئے ہیں۔ خدا کی قسم جب تک اس معاہدے کو چاک نہ کیا جائے گا ہم آرام سے نہیں بیٹھیں گے''

ابو جہل نے فرط غضب میں چلا کر کہا ''کسی کی مجال نہیں جو اس معاہدے کو ہاتھ لگائے۔ یہ معاہدہ اس وقت تک قائم رہے گا جب تک بنو ہاشم محمد ﷺ کو ہمارے حوالے نہ کر دیں''

زمعہ للکارا ''تو جھوٹ بکتا ہے ہم تو پہلے دن ہی اس معاہدہ پر راضی نہ تھے''

مطعم بن عدی اور ابو البختری نے ہاتھ بڑھا کر دیمک خوردہ معاہدے کو در کعبہ سے اتار لیا اور پرزے پرزے کر کے ہوا میں اڑا دیا۔ مشرکین منہ دیکھتے رہ گئے۔

اس کے بعد زمعہ، ابو البختری، زہیر، مطعم اور ان کے دوسرے ساتھی مسلح ہو کر شعب ابی طالب پہنچے اور بیکس محصورین کو وہاں سے نکال لائے۔ اس طرح تین برس کی ہولناک قید و محن کے بعد ان مظلوموں کو شہر میں رہنا نصیب ہوا۔

چند دن نہیں، چند ہفتے نہیں، چند مہینے نہیں مسلسل تین برس تک خوفناک مصائب برداشت کرنا اور جبین ہمت پر شکن تک نہ آنے دینا، استقامت اور عزیمت کا ایک ایسا مظاہرہ تھا کہ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس عرصہ استقامت میں ننھی

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے والدین کے ہمراہ ثابت قدم رہیں اور اس مصیبت کا ڈٹ کر سامنا کیا۔ (سیرت فاطمۃ الزہراء از طالب الہاشمی، ص: ۶۸ تا ۷۲)

(قصہ ۱۹) ﴿ستم سے زیادہ کرم یاد آیا﴾

امام جلال الدین سیوطیؒ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت کے ابتدائی زمانے میں ایک دن ابوجہل نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کسی بات پر تھپڑ مار دیا۔ کمسن سیدہ روتی روتی حضور ﷺ کے پاس گئیں اور ابوجہل کی شکایت کی۔

آپؐ نے ان سے فرمایا: ''بیٹی جاؤ اور ابوسفیان کو ابوجہل کی اس حرکت سے آگاہ کرو'' وہ ابوسفیان کے پاس گئیں اور انہیں سارا واقعہ سنایا۔ ابوسفیان نے ننھی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی انگلی پکڑی اور سیدھے وہاں پہنچے جہاں ابوجہل بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا ''بیٹی جس طرح اس نے تمہارے منہ پر تھپڑ مارا تھا تم بھی اس کے منہ پر تھپڑ مارو۔ (اگر یہ کچھ بولے گا تو میں اس سے نبٹ لونگا)

چنانچہ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابوجہل کو تھپڑ مارا اور پھر گھر جا کر حضور ﷺ کو یہ بات بتائی، آپؐ نے دعا کی:

''الٰہی ابوسفیان کے اس سلوک کو نہ بھولنا''

حضور ﷺ کی اسی دعا کا نتیجہ تھا کہ فتح مکہ بعد ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعمت اسلام سے بہرہ ور ہو گئے۔

(سیرت فاطمۃ الزہراء، از طالب الہاشمی، ص: ۶۶ سیرۃ نبویہ سید احمد زینی وحلان برحاشیہ سیرۃ حلبیہ جلد ۳)

(قصہ ۲۰) ﴿فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے﴾

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ ابوجہل کے بھائی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوراء بنت ابی جہل سے نکاح کرنے کی ترغیب دی اور انہوں نے اس کی حامی بھرلی۔ چنانچہ غوراء کے سرپرست حضور ﷺ سے اس نکاح کی اجازت لینے آئے۔ حضور ﷺ کو یہ

بات سخت ناگوار گزری۔ آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر چڑھ کر فرمایا:

''بنی ہشام بن مغیرہ، علی بن ابی طالب سے اپنی بیٹی کا عقد کرنا چاہتے ہیں اور مجھ سے اجازت مانگتے ہیں۔ لیکن میں اجازت نہ دوں گا، کبھی نہ دوں گا، البتہ علی میری بیٹی کو طلاق دے کر ان کی لڑکی سے نکاح کر سکتے ہیں۔ فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی''

اس کے بعد اپنی دوسری بیٹی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر حضرت ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ربیع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''اس نے مجھ سے جو بات کہی اس کو سچ کر کے دکھلایا اور جو وعدہ کیا وفا کیا۔ اور میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے نہیں کھڑا ہوا لیکن خدا کی قسم اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں''

حضور ﷺ کو اس طرح ناراض دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنت ابوجہل سے نکاح کا ارادہ فوراً ترک کر دیا اور پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی میں کسی دوسرے نکاح کا خیال تک دل میں نہ لائے۔ (سیرت فاطمۃ الزہراءؓ، از طالب الہاشمی، ص:۱۰۶)

(قصہ ۲۱) ﴿دعا میں پہلا حق کس کا ہے؟﴾

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میری مادر گرامی نماز کے لیے اپنی گھریلو مسجد کی محراب میں کھڑی ہوئیں اور ساری رات نماز میں مشغول رہیں، اسی حالت میں صبح ہو گئی۔ مادر گرامی نے مومنین اور مومنات کے لیے بہت دعائیں مانگیں مگر اپنے لیے کوئی دعا نہ مانگی۔

میں نے عرض کیا: ''اماں جان! آپ نے سب کے لیے دعا مانگی لیکن اپنے لیے کوئی دعا نہ مانگی'' حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

''بیٹا پہلا حق باہر والوں کا ہے اس کے بعد گھر والوں کا''

(سیرت فاطمۃ الزہراء، از طالب الہاشمی ص: ۱۱۲ بحوالہ مدارج النبوۃ)

(قصہ ۲۲) ﴿قربانی کا گوشت﴾

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی سفر میں گئے تھے۔ واپس تشریف لائے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قربانی کا گوشت پیش کیا ان کو اس کے کھانے میں عذر ہوا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا، اس کے کھانے میں کچھ حرج نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دے دی ہے۔ (مسند احمد)

(قصہ ۲۳) ﴿سب سے اچھی صفت﴾

ایک مرتبہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا ''بیٹی ذرا بتاؤ تو عورت کی سب سے اچھی صفت کون سی ہے؟''

حضرت فاطمہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ''عورت کی سب سے اچھی صفت یہ ہے کہ نہ وہ کسی مرد کو دیکھے اور نہ کوئی غیر مرد اس کو دیکھے''

(سیرت فاطمۃ الزہراء، از طالب الہاشمی ص ۱۱۵، احیاء العلوم امام غزالیؒ)

(قصہ ۲۴) ﴿فتح مکہ کے موقع پر......﴾

۸ھ ہجری میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار جاں نثاروں کے ساتھ فتح مکہ کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی آپؐ کے ساتھ مکہ گئیں فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں ان کی موجودگی کا ثبوت اس روایت سے ملتا ہے:

''ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ جب مکہ فتح ہوگیا (اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مکہ ہی میں تھے) (ایک دن) فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب بیٹھ گئیں اور میں دائیں جانب تھی۔ پس ایک لونڈی ایک برتن لے کر حاضر ہوئیں جس میں پینے کی کوئی چیز تھی۔ لونڈی نے وہ برتن آپؐ کو دے دیا۔ آپؐ نے تھوڑا سا پی لیا اور پھر مجھے دے دیا۔

میں نے اس کو پی لیا اور پھر عرض کیا، یا رسول اللہ میں روزہ سے تھی اور میں نے پی لیا، آپ نے پوچھا، کیا تم نے کوئی قضا روزہ رکھا تھا؟ میں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر یہ روزہ نفلی تھا تو کچھ حرج نہیں۔

(قصہ ۲۵) ﴿عزیز تر﴾

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ! آپ کو مجھ سے زیادہ محبت ہے یا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ''فاطمہ مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے اور تم مجھے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ عزیز ہو''۔

(سیرت فاطمۃ الزہراء، از طالب الہاشمی، ص ۱۴۴)

(قصہ ۲۶) ﴿پیام نکاح﴾

ایک عورت دوڑتی ہوئی آئی اور گھر میں داخل ہونے کے بعد ابن عم رسول ﷺ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئی اور کہنے لگی: کیا آپؓ کو پتہ چلا ہے کہ رسول کریم ﷺ کی طرف سے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پیغام نکاح دیا گیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متاسف ہو کر کہا کہ مجھے تو اس بات کا علم نہیں ہے۔ اس عورت نے کہا کہ آپؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے کہ حضور ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی آپؓ سے کر دیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے، میں کس طرح شادی کروں گا؟ اس نے کہا کہ اگر آپؓ، آنحضور ﷺ کی خدمت میں جائیں گے تو حضور ﷺ ان کی شادی آپؓ سے کر دیں گے جبکہ آپؓ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہاتھ مانگیں گے۔ وہ عورت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اصرار کرتی رہی یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے، جب آنحضور ﷺ کے سامنے بیٹھے تو رسول اللہ ﷺ کے رعب وجلال کی بناء پر خاموش رہے اور کوئی بات نہ کر سکے۔

نبی مکرم ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا اے علی! کیسے آئے ہو؟ کیا کوئی کام ہے؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ بولے اور حیاو شرم کے مارے چپ رہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا لگتا ہے تم فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے پیغام نکاح دینے آئے ہو؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جی ہاں، نبی کریم ﷺ نے پوچھا: تمہارے پاس اس کو حلال کرنے کے لیے کچھ ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی بخدا! کچھ نہیں ہے، یارسول اللہ! حضور پرنور ﷺ نے پوچھا تم نے اس زرہ کا کیا کیا جو میں نے تمہیں ہتھیار کے طور پر دی تھی؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ وہ تو میرے پاس ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ زرہ حطمی ہے جس کی قیمت چار سو درہم ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا: ''میں نے تیری شادی اس سے کر دی، پس تم اس کو میری طرف بھیجو'' (فضائل الصحابۃ (۲/۷۱۸)

(قصہ ۲۷) اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

حضور ﷺ نے اپنی صاجزادی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے ابن عم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رخصت کیا، جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شوہر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں داخل ہوئیں تو دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تو ایک تکیہ، گھڑا اور کوزے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اور زمین پر پتھر کا فرش بچھا ہوا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغام بھیجا کہ جب تک میں نہ آجاؤں اپنی بیوی کے پاس نہ جانا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد حضور اقدس ﷺ رونق افروز ہوئے۔ آپؐ نے پانی لانے کا حکم دیا، پانی لایا گیا تو آپؐ نے اس میں کوئی دعا اور ذکر وغیرہ پڑھا جو کچھ پڑھنا اللہ کو منظور تھا، پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر چھڑک دیا، پھر فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا تو وہ حیاء شرم کے مارے اپنے کپڑوں میں لپٹی ہوئی حاضر خدمت ہوئیں، آپؐ نے ان پر بھی وہ پانی چھڑکا۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: ''یادرکھو! میں نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو مجھے اپنے خاندان میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر حضور اقدس ﷺ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے واپس تشریف لے گئے کہ اپنی اہلیہ کو لو۔ اور ان دونوں کے لیے دعائیں کرتے رہے یہاں تک کہ حجرہ سے باہر آگئے۔ (طبقات ابن سعد (۸/۲۴)

(قصہ ۲۸) ﴿اسباب فضیلت﴾

لوگ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارد گرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے اور آپؓ کی باتیں سن رہے تھے، اس دوران آپؓ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین ایسی خوبیاں حاصل ہیں کہ ان میں سے ایک خوبی مجھے حاصل ہو جائے تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوگی۔ لوگوں نے مشتاق ہو کر پوچھا کہ اے امیر المومنین! وہ تین خوبیاں کون سی ہیں؟ فرمایا ایک تو ان کا نکاح فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا، دوسرا ان کے لیے مسجد میں سکونت کا حلال ہونا جو کہ میرے لئے حلال (جائز) نہیں ہے اور تیسرا وصف یہ ہے کہ خیبر کے دن جھنڈا ان کو عطا کیا گیا۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص: ۲۷۵)

(قصہ ۲۹) ﴿فتح مکہ کے بعد﴾

فتح مکہ کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی مکہ سے باہر نہیں نکلے تھے آپؓ نے دیکھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ان کی طرف دوڑتی ہوئی آ رہی ہیں اور اپنے کپڑوں میں الجھ کر گر رہی ہیں اور پکار رہی ہیں اے چچا! اے چچا! چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً ان کے پاس پہنچے اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اپنی عم زاد بہن کو سنبھالو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اپنی سواری پر سوار کر لیا پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپس میں جھگڑنے لگے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اس کا زیادہ حقدار ہوں، کیونکہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اس (کی تربیت) کا زیادہ حقدار ہوں کیونکہ یہ میری عم زاد بہن ہے اور ان کی خالہ میری بیوی ہے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اس کا زیادہ حقدار ہوں کیونکہ یہ میرے بھائی کی بیٹی ہیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبد المطلب کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تھا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا فیصلہ ان کی خالہ کے حق میں فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ خالہ کا درجہ ماں کی طرح ہے۔

پھر نبی کریم ﷺ نے ان سب حضرات کی طرف متبسمانہ نظر فرمائی، پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم میرے اخلاق اور خلقت کے مشابہ ہو۔ اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم ہمارے بھائی اور ہمارے دوست ہو۔

(رواہ احمد (۹۸/۱۔۱۱۵) وابوداؤد (۷۱۵/۲))

(قصہ ۳۰) آیت تطہیر کا نزول

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے تھے اور لوگ بھی آپؓ کے اردگرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے، وہ سب حضرت علی اور آل بیت رضی اللہ عنہم کا ذکر خیر کر رہے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے: تین اوصاف ایسے ہیں جو حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان فرمائے ہیں۔ مجھے ان میں سے ایک بھی وصف حاصل ہو جائے تو وہ سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوگا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کسی غزوہ کے موقع پر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہارا مرتبہ میرے نزدیک ایسا ہو جیسے ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور خیبر کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: میں ایک ایسے آدمی کو جھنڈا دوں گا جو اللہ و رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور رسول ﷺ بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ تمام لوگ گردنیں لمبی کر کر کے دیکھنے لگے (کہ کس کو بلاتے ہیں؟) پس حضور ﷺ نے فرمایا: علی ﷺ کو بلاؤ (جب وہ آئے تو) آنحضور ﷺ نے ان کو جھنڈا دیا اور جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ“

(الاحزاب: ۳۳)

”اے نبی کے گھر والوں! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دور کردے“

تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو بلایا، پھر فرمایا:

"اللھم ھؤلاء أھلی"

"یعنی اے اللہ! یہ میری اہل واولاد ہے"

(مسلم (۱۸۷۱/۴) والترمذی (۴۰۱/۵))

(قصہ۳۱) ﴿اے ابوتراب! اٹھو﴾

ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے، پھر جب گھر سے نکلے تو غصہ کی حالت میں تھے، اسی حالت میں مسجد میں جا کر لیٹ گئے۔ کچھ دیر گزری تو سرور کائنات ﷺ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو موجود نہ پا کر پوچھا: اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! تمہارے ابن عم کہاں ہیں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا وہ مسجد میں لیٹے ہوئے ہیں چنانچہ نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے ہیں اور ان کی چادر ان کے بدن سے سرک گئی ہے اور کمر پر مٹی لگ گئی ہے، آپؐ ان کی کمر سے مٹی صاف کرنے لگے اور ساتھ ساتھ یہ فرمانے لگے: قم أباتراباً اے ابوتراب، اٹھو" (رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر، ص:۲۰۶)

(قصہ۳۲) ﴿حضرت ابوبکر صدیقؓ کی حضرت فاطمہؓ پر شفقت﴾

ایک دفعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، اندر آنے کی اجازت چاہ رہے ہیں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں ان کو اجازت دے دوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مناتے ہوئے کہنے لگے: "خدا شاہد ہے کہ میں نے اپنا گھر بار، مال واولاد اور قوم قبیلہ، اللہ کی رضا جوئی کے لیے اور اس کے پیغمبر ﷺ کی رضا کی خاطر اور تم اہل بیت کی خوشنودی کے لیے چھوڑا" پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو راضی کرنے لگے یہاں تک کہ وہ راضی ہوگئیں۔ (حیاۃ الصحابۃ (۵۵۴/۲))

(قصہ ۴۳) ﴿حضرت فاطمہؓ کی سخاوت﴾

ایک دفعہ کسی نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا، چالیس اونٹوں کی زکوٰۃ کیا ہوگی؟ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ''تمہارے لیے صرف ایک اونٹ اور اگر میرے پاس چالیس اونٹ ہوں تو میں سارے ہی راہ خدا میں دے دوں''

(سیرت فاطمۃ الزہراء: از طالب الہاشمی، ص:۱۲۹)

(قصہ ۴۴) ﴿ہم نے کانٹوں میں بھی گلزار کھلا رکھا ہے﴾

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ایک وقت کے فاقہ کے بعد ہم سب کو کھانا میسر ہوا۔ والد بزرگوار (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور میں کھا چکے تھے لیکن والدہ ماجدہ (سیدہ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے ابھی نہیں کھایا تھا۔ انہوں نے ابھی روٹی پر ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ دروازے پر ایک سائل نے صدا دی ''اے رسول اللہ کی بیٹی! میں دو وقت کا بھوکا ہوں اور میرا پیٹ بھر دو'' والدہ محترمہ نے فوراً کھانے سے ہاتھ اٹھا لیا اور مجھ سے فرمایا ''جاؤ یہ کھانا سائل کو دے آؤ، مجھے تو ایک ہی وقت کا فاقہ ہے اور اس نے دو وقت سے نہیں کھایا''

(سیرت فاطمۃ الزہراء: از طالب الہاشمی، ص:۱۲۹)

دل کا ہر داغ تبسم میں چھپا رکھا ہے
ہم نے ہر غم کو غم یار بنا رکھا ہے
نوک ہر خار سے پوچھو وہ گواہی دیں گے
ہم نے کانٹوں میں بھی گلزار کھلا رکھا ہے
خود میرے دل نے تراشے ہیں غموں کے پیکر
میرے مولا نے تو ہر غم سے بچا رکھا ہے

(قصہ ۳۵) ﴿حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنائے جانے کا واقعہ﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو قرآن پڑھایا کرتا تھا (اس زمانہ میں بڑے چھوٹوں سے بھی علم حاصل کیا کرتے تھے) ایک دن حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اپنی قیام گاہ پر واپس آئے تو انہوں نے مجھے اپنے انتظار میں پایا اور یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آخری حج کا اور منیٰ کا واقعہ ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ ایک آدمی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ کر کہا کہ فلاں آدمی کہہ رہا تھا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں فلاں آدمی سے (یعنی حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے) بیعت خلافت کرلوں گا۔ اللہ کی قسم! حضرت ابوبکر کی بیعت یوں اچانک ہوئی تھی اور پوری ہو گئی تھی۔ (میں بھی یوں اچانک ان سے بیعت کرلوں گا تو ان کی بیعت بھی پوری ہو جائے گی اور سب ان سے بیعت ہو جائیں گے) اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج شام انشاء اللہ میں لوگوں میں کھڑے ہو کر بیان کروں گا اور لوگوں کو اس جماعت سے ڈراؤں گا جو مسلمانوں سے ان کا امر خلافت (یوں اچانک) چھیننا چاہتے ہیں (یعنی بغیر مشورہ اور سوچ و بچار کے اپنی مرضی کے آدمی کو اہلیت دیکھے بغیر خلیفہ بنانا چاہتے ہیں) حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المومنین! آپ ایسا نہ کریں کیونکہ موسم حج میں گرے پڑے، کم سمجھ اور عام لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ جب آپ بیان کے لیے لوگوں میں کھڑے ہوں گے تو یہی آپ کی مجلس میں غالب آ جائیں گے (اور یوں سمجھدار عقلمند آدمیوں کو آپ کی مجلس میں جگہ نہ ملے گی) اس لئے مجھے خطرہ ہے کہ آپ جو بات کہیں گے اسے یہ لوگ لے اڑیں گے نہ خود پوری طرح سمجھیں گے اور نہ اسے موقع محل کے مطابق دوسروں سے بیان کرسکیں گے (لہٰذا ابھی آپ صبر فرمائیں) جب آپ مدینہ پہنچ جائیں (تو وہاں آپ یہ بیان فرمائیں) کیونکہ مدینہ ہجرت کا مقام اور سنت نبوی کا گھر ہے۔ لوگوں میں سے علماء اور سرداروں کو الگ لے کر آپ جو کہنا چاہتے ہیں اطمینان سے کہہ دیں۔ وہ لوگ آپ کی بات

کو پوری طرح سمجھ بھی لیں گے اور موقع محل کے مطابق اسے دوسروں سے بیان بھی کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (میری بات کو قبول کرتے ہوئے) فرمایا اگر میں صحیح سالم مدینہ پہنچ گیا تو (انشاء اللہ) میں اپنے سب سے پہلے بیان میں لوگوں سے یہ بات ضرور کہوں گا (حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ) جب ہم ذی الحجہ کے آخری دنوں میں جمعہ کے دن مدینہ پہنچے تو میں سخت گرمی کی پرواہ کیے بغیر عین دوپہر کے وقت جلدی سے (مسجد نبوی) گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے پہلے منبر کے دائیں کنارے کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں ان کے برابر گھٹنے سے گھٹنا ملا کر بیٹھ گیا تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ حضرت عمر تشریف لے آئے۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر کہا آج حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس منبر پر ایسی بات کہیں گے جو آج سے پہلے اس پر کسی نے نہ کہی ہوگی۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری اس بات کا انکار کیا اور کہا کہ میرا تو یہ خیال نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آج ایسی بات کہیں جو ان سے پہلے کسی نے نہ کہی ہو (کیونکہ دین تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پورا ہو چکا۔ اب کون نئی بات لا سکتا ہے) چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر بیٹھ گئے (پھر موذن نے اذان دی) جب موذن خاموش ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور اللہ کی شان کے مطابق حمد وثناء بیان کی۔ پھر فرمایا امابعد! اے لوگو! میں ایک بات کہنے والا ہوں۔ جس بات کو کہنا پہلے سے میرے مقدر میں لکھا جا چکا ہے اور ہوسکتا ہے یہ بات میری موت کا پیش خیمہ ہو۔ لہٰذا جو میری بات کو یاد رکھے اور اسے اچھے طرح سمجھ لے تو جہاں تک اسکی سواری اسے دنیا میں لے جائے وہاں تک کے تمام لوگوں میں میری اس بات کو بیان کرے اور جو میری بات کو اچھی طرح نہ سمجھے تو میں اسے اس کی اجازت نہیں دیتا ہوں کہ وہ میرے بارے میں غلط بیانی سے کام لے (سب کو چوکنا کرنے کے لیے حضرت عمر نے یہ بات پہلے فرما دی) اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا اور ان پر کتاب کو نازل فرمایا اور جو کتاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اس میں رجم (یعنی زانی کو سنگسار کرنے) کی آیت بھی تھی (اور وہ آیت یہ تھی ''اَلشَّیْخُ وَ الشَّیْخَۃُ اِذَازَنَیَافَارْجُمُوْھُمَا'' اس آیت کے الفاظ تو منسوخ ہو چکے لیکن اس کا حکم

باقی ہے) ہم نے اس آیت کو پڑھا اور اسے یاد کیا اور اسے اچھی طرح سمجھا اور حضور ﷺ نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ لیکن مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ طویل زمانہ گزرنے پر کوئی آدمی یوں کہے کہ ہم تو رجم کی آیت کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے ہیں۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ فرض کو چھوڑ کر وہ لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ زانی کو رجم کرنے کا حکم اللہ کی کتاب میں تھا۔ جو مُحصن (شادی شدہ) مرد یا عورت زنا کریں گے اور زنا کے گواہ پائیں جائیں گے۔ یا زنا سے حاملہ عورت زنا کا اقرار کرے گی یا کوئی مرد یا عورت ویسے ہی زنا کا اقرار کریں گے تو اسے رجم کرنا شرعاً لازم ہوگا۔ اور سنو! ہم (قرآن میں) یہ آیت بھی پڑھا کرتے تھے:

"لَاتَرْغَبُوْاعَنْ آبَائِكُمْ فَاِنَّ كُفْرً ابِكُمْ تَرْ غَبُوْاعَنْ آبَائِكُمْ"

"اپنے باپ دادا کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی طرف نسب کی نسبت نہ کرو
کیونکہ اپنے باپ دادا کے نسب کو چھوڑنا کفر ہے یعنی کفران نعمت ہے"
(اب اس آیت کے الفاظ بھی منسوخ ہو چکے ہیں لیکن اس کا حکم باقی ہے)

اور سنو! حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری تعریف میں ایسا مبالغہ نہ کرو جیسے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی تعریف میں مبالغہ کیا گیا۔ میں تو بس ایک بندہ ہی ہوں۔ لہٰذا تم (میرے بارے میں) یہ کہو کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم میں کوئی آدمی یہ کہہ رہا ہے کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مر گئے تو میں فلاں سے بیعت کرلوں گا اسے اس بات سے دھوکہ نہیں لگنا چاہیے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک ہوئی تھی اور وہ پوری بھی ہوگئی تھی۔ سنو! وہ بیعت واقعی ایسے ہی (جلدی میں) ہوئی تھی لیکن اس بیعت کے (جلدی میں ہونے کے) شر سے اللہ تعالیٰ نے (ساری امت کو) بچالیا اور آج تم میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسا کوئی نہیں ہے جس کی فضیلت کے سب قائل ہوں اور قریب و بعید سب اس کی موافقت کرلیں جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا اس وقت کا ہمارا قصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ کچھ اور لوگ حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پیچھے رہ گئے اور ادھر

تمام انصار سَقِیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور مہاجرین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے۔ میں نے ان سے کہا اے ابوبکر! آئیں ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس چلیں۔ چنانچہ ہم ان انصاریوں کے ارادے سے چل پڑے۔ راستہ میں ہمیں دو نیک آدمی (حضرت عُوَیم انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت معن رضی اللہ عنہ) ملے اور انصار جو کر رہے تھے وہ ان دونوں نے ہمیں بتایا اور ہم سے پوچھا کہ اے جماعت مہاجرین! تمہارا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس جا رہے ہیں۔ ان دونوں نے کہا ان انصار کے پاس جانا آپ لوگوں کے لئے ضروری نہیں ہے۔ اے جماعت مہاجرین! تم اپنے معاملہ کا خود فیصلہ کر دو۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! نہیں۔ ہم تو ان کے پاس ضرور جائیں گے۔ چنانچہ ہم گئے اور ہم ان کے پاس پہنچے۔ وہ سب سَقِیفہ بنی ساعدہ میں جمع تھے اور ان کے درمیان ایک آدمی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ ان لوگوں نے کہا یہ سعد بن عبادہ ہیں۔ میں نے کہا ان کو کیا ہوا؟ انہوں نے بتایا یہ بیمار ہیں۔ جب ہم بیٹھ گئے تو ان میں سے ایک صاحب بیان کے لئے کھڑے ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد کہا امابعد! ہم اللہ (کے دین) کے انصار مددگار اور اسلام کا لشکر ہیں اور اے جماعت مہاجرین! آپ لوگ ہمارے نبی کی جماعت ہیں۔ اور آپ لوگوں میں سے کچھ لوگ ایسی باتیں کر رہے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگ ہمیں نظر انداز کرنا چاہتے ہیں اور امر خلافت سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ جب وہ صاحب خاموش ہو گئے تو میں نے بات کرنی چاہی۔ اور میں نے ایک مضمون (اپنے ذہن میں) تیار کر رکھا تھا جو مجھے بہت پسند تھا اور حضرت ابوبکر کے سامنے میں اسے کہنا چاہتا تھا۔ حضرت ابوبکر نے کہا اے عمر! آرام سے بیٹھے رہو۔ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ناراض کرنا پسند نہ کیا۔ (اس لیے اپنی بات کہنے کے لیے کھڑا نہ ہوا) چنانچہ انہوں نے گفتگو فرمائی اور وہ مجھ سے زیادہ باوقار اور زیادہ دانا تھے اور اللہ کی قسم! جب وہ خاموش ہوئے تو میں نے اپنے مضمون میں جتنی باتیں سوچی تھیں وہ سب باتیں انہوں نے اپنے برجستہ بیان میں کہہ دیں یا تو وہی باتیں کہیں یا ان سے بہتر کہیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا امابعد! تم نے اپنے بارے میں جس

خیر کا ذکر کیا تم لوگ واقعی اس کے اہل ہو۔ لیکن تمام عرب میں نسب اور خیر کے اعتبار سے سب سے افضل ہے اور مجھے تمہارے (خلیفہ بننے کے) لیے ان دو آدمیوں میں سے ایک آدمی پسند ہے دونوں میں جس سے چاہو بیعت ہو جاؤ۔ اور یہ کہہ کر حضرت ابوبکر نے میرا ہاتھ پکڑا اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور اس ایک بات کے علاوہ حضرت ابوبکر کی اور کوئی بات مجھے ناگوار نہ گزری اور اللہ کی قسم! مجھے آگے بڑھا کر بغیر کسی گناہ کے میری گردن اڑا دی جائے یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ حضرت ابوبکر کے ہوتے ہوئے میں لوگوں کا امیر بن جاؤں۔ اس وقت تو میرے دل کی یہی کیفیت تھی۔ لیکن مرتے وقت میری کیفیت بدل جائے تو اور بات ہے۔ پھر انصار میں سے ایک آدمی نے کہا کہ اس مسئلہ کا میرے پاس بہترین حل ہے اور اس مرض کی عمدہ دوا ہے اور وہ یہ ہے کہ اے جماعت قریش! ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر آپ لوگوں میں سے ہو۔ اس کے بعد سب بولنے لگ گئے اور آوازیں بلند ہو گئیں اور ہمیں آپس کے اختلاف کا خطرہ ہوا تو میں نے کہا اے ابوبکر! آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا پہلے میں ان سے بیعت ہوا۔ پھر مہاجرین بیعت ہوئے اس کے بعد انصار ان سے بیعت ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اس موقع پر ہم جتنے امور میں شریک ہوئے ان میں کوئی امر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت سے زیادہ کارآمد اور مناسب نہ پایا (اور میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کا سلسلہ ایک دم اس لئے شروع کرا دیا) کیونکہ ہمیں ڈر تھا کہ بیعت کے بغیر ہم ان انصار کو یہاں چھوڑ کر چلے گئے تو یہ ہمارے بعد کسی نہ کسی سے بیعت ہو جائیں گے۔ پھر ہمیں (ان کا ساتھ دینے کے لیے) یا تو ناپسندیدہ صورت حال کے باوجود ان سے بیعت ہونا پڑے گا یا ہمیں ان کی مخالفت کرنی پڑے گی تو فساد کھڑا ہو جائے گا (لہٰذا اب قاعدہ کلیہ سن لو) جو آدمی مسلمانوں سے مشورہ کئے بغیر کسی امیر سے بیعت ہو جائے گا تو اس کی یہ بیعت شرعاً معتبر نہ ہوگی اور نہ اس امیر کی بیعت کی کوئی حیثیت ہوگی۔ بلکہ اس بات کا ڈر ہے کہ (ان دونوں کے بارے میں حکم شرعی یہ ہو کہ اگر یہ حق بات نہ مانیں تو ان) دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت زہری حضرت عمروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ دو

آدمی جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو راستہ میں ملے تھے وہ حضرت عویم بن ساعدہ اور حضرت معن بن عدی رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جن صاحب نے کہا تھا کہ اس مسئلہ کا میرے پاس بہترین حل ہے وہ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ (۲۴۵/۵)

(قصہ ۳۶) روتی فاطمہؓ مسکرادی!

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب ''اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ'' سورت نازل ہوئی (اور اس میں بتایا گیا کہ آپ جس کام کے لیے آئے تھے وہ پورا ہو گیا ہے) تو حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر فرمایا مجھے (اس سورت میں) اپنی وفات کی خبر دی گئی ہے یہ سن کر وہ رو پڑیں حضور ﷺ نے ان سے فرمایا مت رو کیونکہ میرے خاندان میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے ملوگی۔ یہ سن کر وہ ہنسنے لگیں۔ حضور ﷺ کی ایک زوجہ محترمہ یہ منظر دیکھ رہی تھیں انہوں نے (بعد میں) حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا میں نے تمہیں پہلے روتے ہوئے دیکھا پھر ہنستے ہوئے (اس کی کیا وجہ ہے؟) حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا پہلے حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا مجھے اپنی وفات کی خبر دی گئی ہے یہ سن کر میں رو پڑی تھی۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا مت رو کیونکہ میرے خاندان میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے ملوگی تو میں ہنس پڑی تھی۔ حیاۃ الصحابۃ (۴۳۰/۲)

(قصہ ۳۷) حضورؐ کا مرض الوفات اور حضرت فاطمہؓ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے مرض الوفات میں بلایا اور ان کے کان میں کوئی بات کہی جس پر وہ رو پڑیں۔ حضور ﷺ نے پھر انہیں بلا کر ان کے کان میں کوئی بات کہی جس پر وہ ہنس پڑیں۔ میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا حضور ﷺ نے پہلے مجھے بتایا کہ اس بیماری میں ان کا انتقال ہو جائے گا تو میں رو پڑی پھر حضور ﷺ نے بتایا کہ میں ان کے خاندان

میں سب سے پہلے ان سے جا کر ملوں گی تو میں ہنس پڑی۔

ابن سعد نے اسی جیسی حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی نقل کی ہے اور اس میں یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ان کے رونے اور پھر ہنسنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا حضور ﷺ نے پہلے مجھے بتایا کہ عنقریب ان کا انتقال ہونے والا ہے پھر یہ بتایا کہ میں حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام کے بعد جنت کی عورتوں کی سردار ہوں اس پر میں ہنسی تھی۔ حیاۃ الصحابۃ (۴۳۱/۲)

(قصہ ۳۸) ﴿دنیا نے ہمیں کھو کے بہت ہاتھ ملے ہیں﴾

مورخ مسعودی نے بیان کیا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تدفین کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر واپس گئے تو سخت غمزدہ تھے اور بار بار یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

اَریٰ عِلَلَ الدُّنیا عَلَیَّ کَثیرَۃٌ وَصَاحبھَا حَتَّی الْمَمَاتَ عَلِیْلُ
لِکُلِّ اجْتِمَاعٍ مِّن خَلِیْلَیْنِ فُرقَۃً وَکُلُّ الَّذِیْ دُوْنَ الْفِرَاقِ قلیْلُ
وَاِنَّ افْتِقَادِیْ فَاطِمًا بَعْدَاحمدٌ دَلِیلٌ عَلٰی اَنْ لَّا یَدُومَ خَلِیْلُ

”میں دیکھتا ہوں کہ دنیا کی بیماریوں اور مصیبتوں نے مجھے چاروں طرف سے آ گھیرا ہے اور اہل دنیا جب تک دنیا میں ہیں بیمار ہیں، ہر یک جائی کے بعد دوستوں سے مفارقت ہو کر رہتی ہے اور وہ زمانہ جو مفارقت کے سوا ہوتا ہے تھوڑا ہوتا ہے۔ احمد ﷺ کے بعد فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مفارت اس بات کی دلیل ہے کہ دوست ہمیشہ ساتھ نہیں رہتا“

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ عرصہ تک روزانہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی قبر پر تشریف لے جاتے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یاد کر کے روتے اور یہ شعر پڑھتے:

مَالِیْ مَرَرْتُ عَلَی الْقُبُورِ مُسْلِمًا قَبْرَ الْحبِیبِ فَلَمْ یَرُدَّجَوَابِیْ
یَاقَبْرَ مَالِکَ لَا تُجِیبُ مُنَادِیًا اَمَلَلْتِ بَعْدِیْ خُلَّۃَ الاحْبَابِ

”خدایا میری کیا حالت ہے کہ میں قبروں پر سلام کرنے آتا ہوں لیکن حبیب کی قبر

میرے سوال کا جواب ہی نہیں دیتی۔ اے قبر تجھے کیا ہوا کہ پکارنے والے کو کوئی جواب نہیں دیتی کیا تو احباب کی محبت سے رنجیدہ ہوگئی ہے''

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کا علم اہل مدینہ کو ہوا تو تمام مرد اور عورتیں اشکبار ہوگئے۔ لوگوں پر اس طرح حیرت اور دہشت طاری ہوئی جس طرح سرورِ عالم ﷺ کے وصال کے دن طاری ہوئی تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بادیدہ گراں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور ان سے تعزیت کی۔

(سیرت فاطمۃ الزہراء از طالب الہاشمی، ص: ۱۷۸)

(قصہ ۳۹) ﴿نکاح فاطمہؓ کا مفصل واقعہ﴾

انصار اور مہاجرین کی ایک جماعت نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے پیغام بھیجنے کی ترغیب دی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حرف مدعا زبان پر لائے۔ حضور ﷺ نے فوراً فرمایا اھلاً و مرحبا اور پھر خاموش ہوگئے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت باہر منتظر تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں حضور ﷺ کا جواب سنایا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مبارکباد دی کہ حضور ﷺ نے آپ کا پیغام منظور فرمالیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک آزاد کردہ لونڈی نے ایک دن ان سے پوچھا:

''کیا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پیغام حضور ﷺ کو کسی نے بھیجا؟''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا ''مجھے معلوم نہیں''

اس نے کہا ''آپ کیوں پیغام نہیں بھیجتے؟''

علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''میرے پاس کیا چیز ہے کہ میں عقد کروں''

اس نیک بخت نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ وہ

بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تو کچھ حضور ﷺ کی جلالت اور کچھ فطری حیا کہ زبان سے کچھ نہ کہہ سکے اور سر جھکا کر خاموش بیٹھ رہے۔

حضور ﷺ نے خود ہی توجہ فرمائی اور پوچھا: ''علی آج خلاف معمول بالکل ہی چپ چاپ ہو، کیا فاطمہ سے نکاح کی درخواست لے کر آئے ہو؟''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ''بے شک یا رسول اللہ''

حضور ﷺ نے پوچھا: ''تمہارے پاس حق مہر ادا کرنے کے لیے بھی کچھ ہے؟''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ''ایک زرہ اور ایک گھوڑے کے سوا کچھ نہیں''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''گھوڑا تو لڑائی کے لیے ضروری ہے۔ زرہ کو فروخت کر کے اس کی قیمت لے آؤ''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد نبوی ﷺ کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔

اس کے بعد حضرت علی ﷺ نے یہ زرہ فروخت کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے پیش کی۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۴۸۰ درہم پر یہ زرہ خرید لی اور پھر ہدیۃً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس دے دی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ رقم لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا تو آپ ؐ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں دعائے خیر کی۔ اسی اثناء میں حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رضامندی حاصل کر لی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زرہ کی قیمت فروخت حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی تو آپ ؐ نے فرمایا: ''دو تہائی خوشبو وغیرہ پر صرف کرو اور ایک تہائی سامان شادی اور دیگر اشیائے خانہ داری پر خرچ کرو''۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ جاؤ ابو بکر، عمر، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم اور دیگر مہاجرین و انصار کو مسجد نبوی میں بلا لاؤ۔ (خود حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ اس سے پہلے حضور ﷺ پر وحی آنے کی سی کیفیت طاری ہوئی وہ کیفیت دور ہوئی تو آپ ؐ نے فرمایا کہ جبریل امین اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام لائے تھے کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا جائے)

جب بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دربار رسالت (مسجد نبوی) میں جمع ہو گئے تو حضور ﷺ

منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

''اے گروہ مہاجرین و انصار مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ فاطمہ بنت محمد ﷺ کا نکاح علی بن ابی طالب سے کردوں۔ میں تمہارے سامنے اسی حکم کی تکمیل کرتا ہوں''

اس کے بعد آپؐ نے یہ خطبۂ نکاح پڑھا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَحْمُوْدِ بِنِعْمَتِهِ الْمَعْبُوْدِ بِقُدْرَتِهِ الْمُطَاعِ بِسُلْطَانِهِ الْمَرْهُوْبِ مِنْ عَذَابِهِ الْمَرْغُوْبِ اِلَيْهِ فِيْمَا عِنْدَه' النَّافِذِ اَمْرَه' فِيْ سَمَائِهٖ وَاَرْضِهِ الَّذِىْ خَلَقَ الْخَلْقَ بِقُدْرَتِهٖ وَمَيَّزَهُمْ بِحِكْمَتِهٖ وَاَحْكَمَهُمْ بِعِزَّتِهٖ وَاَعَزَّهُمْ بِدِيْنِهٖ وَاَكْرَمَهُمْ بِنَبِيِّهٖ مُحَمَّد ثُمَّ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَعَلَ الْمُصَاهَرَةَ نَسَبًا لَاحِقًا وَاَمْراً مُفْتَرَضًا وَشَجَّ بِهَا الْاَرْحَامَ وَاَلْزَمَهَا الْاَنَامَ فَقَالَ عَزَّوَجَلَّ وَهُوَالَّذِىْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَراً فَجَعَلَه' نَسَبًا وَصِهْراً وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْراً فَاَمْرُ اللّٰهِ يَجْرِىْ اِلٰى قَضَائِهٖ وَقَضَاءُ ه يَجْرِىْ اِلٰى قَدْرِهٖ وَقَدْرُه يَجْرِىْ اِلٰى اَجَلِهٖ فَلِكُلِّ قَضَاءٍ وَلِكُلِّ قَدْرٍ اَجَلٌ وَلِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَه' اُمُّ الْكِتَاب.

''اللہ کا شکر ہے جو اپنی نعمتوں کے باعث ہر تعریف و تحسین کا سزاوار ہے اور اپنی قدرتوں کی وجہ سے عبادت کے لائق ہے اس کا اقتدار ہر جگہ قائم ہے اس کا حکم زمین و آسمان پر نافذ ہے۔ اس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے بنایا اپنے احکام کے ذریعے انہیں آپس میں الگ الگ کیا، انہیں اپنے دین کے ذریعے سے عزت بخشی اور اپنے نبی ﷺ کے ذریعے سے عظمت و سربلندی سے بہرہ ور کیا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے شادی بیاہ کو ایک لازم امر قرار دیا ہے۔ چنانچہ اللہ فرماتا ہے ''وہی ذات پاک ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا اور بعض کو بعض کا

بیٹا بیٹی اور داماد بنایا اور تیرا رب ہر چیز پر قادر ہے'' اللہ نے ہر کام کو اپنی قضا وقدر کے تحت کر دیا ہے اور قضا وقدر کا ایک وقت مقرر ہے اور ہر چیز اپنے وقت پر ہی پوری ہوتی ہے اور ہر اجل کے لئے کتاب ہے، اللہ تعالیٰ اس میں سے جو چاہتا ہے مٹاتا ہے جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے، اس کے پاس تقدیر کی کتاب (لوح محفوظ) ہے۔

خطبہ کے بعد حضور ﷺ نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متبسم ہو کر فرمایا:

''میں نے چار سو مثقال چاندی کے مہر پر فاطمہ کو تیرے نکاح میں دیا۔ کیا تجھے قبول ہے؟''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ''بسر وچشم''

پھر حضور ﷺ نے بدین الفاظ دعا کی:

''جمع الله شملكما و اسعد جد كما و بارك عليكما و اخرج منكما ذرية طيبة''

''اللہ تعالیٰ تم دونوں کی سعادت کو جمع کرے، تمہاری کوششوں کو سعید بنائے، تم پر برکت کرے اور تم سے پاک اولاد پیدا کرے''

پھر سب نے مل کر دعائے خیر برکت مانگی اور ایک طبق کھجوریں حاضرین پر لٹا دی گئیں۔ بقول بعض اس موقع پر حاضرین کو شہد کا شربت اور کھجوریں تقسیم فرمائی گئیں، ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس موقع پر چھوہارے تقسیم فرمائے۔ اسی بناء پر بعض فقہاء نے نکاح کے وقت چھوہارے یا بادام یا شکر کا لٹانا مستحب قرار دیا ہے۔

(سیرت فاطمۃ الزہرا از طالب الہاشمی، ص۹۱۔۹۳)

ایک روایت میں ہے کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ سے رخصت ہو کر شوہر کے گھر جانے لگیں تو آپ ؐ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ میرے منتظر رہنا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے گھر جا کر ایک گوشہ میں بیٹھ گئے اور حضور ﷺ کا انتظار کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد سرور عالم ﷺ گھر کے دروازے پر تشریف

لائے اور اندر آنے کی اجازت طلب فرمائی۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا دروازہ کھولنے آئیں تو ان کے اور حضور ﷺ کے مابین یہ گفتگو ہوئی:

رسول اکرم ﷺ: کیا میرا بھائی اس مکان میں ہے؟

حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا: یارسول اللہ وہ آپؐ کے بھائی کیسے ہوئے آپؐ نے تو اپنی صاحبزادی کا عقدان سے کیا ہے؟

رسول اکرم ﷺ: ہاں یہ بات جائز ہے۔ کیا اس جگہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ہیں اور کیا آپ بنت رسول ﷺ کی تعظیم وتکریم کے لیے آئی ہیں۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا: جی ہاں، اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ہیں اور میں اور وہ بنت رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتکریم کے لیے آئی ہیں۔

حضور ﷺ نے حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دعائے خیر دی پھر اندر تشریف لے گئے اور پانی طلب فرمایا۔ ایک لکڑی کے پیالے (یا کسی اور برتن) میں پانی پیش کیا گیا، آپؐ نے اس کو میں سے کچھ پی کے (یا اس میں اپنے دست مبارک ڈال کر) اور اس پر جو کچھ اللہ نے چاہا پڑھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سامنے بلایا اور ان کے دونوں شانوں، بازوؤں، اور سینہ پر وہ پانی چھڑک دیا پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا وہ شرماتی ہوئی سامنے آئیں تو ان پر بھی پانی چھڑک کر فرمایا کہ اے فاطمہ! میں نے اپنے خاندان میں سب سے افضل شخص سے تمہارا نکاح کیا ہے۔

(سیرت فاطمۃ الزہراء از طالب الہاشمی، ص ۹۹ بحوالہ ابن سعد وطبرانی)

(قصہ ۴۰) ﴿نیا گھر﴾

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا میکے سے رخصت ہو کر جس گھر میں گئیں۔ وہ مسکن نبوی ﷺ سے کسی قدر فاصلے پر تھا۔ حضور ﷺ کو وہاں آنے جانے میں تکلیف ہوتی تھی۔ ایک دن آپؐ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

''بیٹی مجھے اکثر تمہیں دیکھنے کے لیے آنا پڑتا ہے میں چاہتا ہوں،

تمہیں اپنے قریب بلالوں''

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا ''آپؐ کے قرب و جوار میں حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن نعمان کے بہت سے مکانات ہیں، آپ ان سے فرمایئے وہ کوئی نہ کوئی مکان خالی کر دیں گے''

حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک متمول انصاری تھے اور کئی مکانات کے مالک تھے۔ جب سے حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تھے وہ اپنے کئی مکانات حضور ﷺ کی نذر کر چکے تھے۔ رحمت عالم ﷺ نے یہ مکانات مستحق مہاجرین میں تقسیم فرما دیئے تھے۔ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے لیے حضور ﷺ سے التماس کی تو آپؐ نے فرمایا:

''جان پدر! حارثہ سے اب کوئی اور مکان مانگتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ وہ پہلے ہی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی خوشنودی کے لئے کئی مکانات دے چکے ہیں''

حضور ﷺ کا ارشاد سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خاموش ہو گئیں۔ ہوتے ہوتے یہ خبر حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی کہ رسول اکرم ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے قریب بلانا چاہتے ہیں لیکن مکان نہیں مل رہا، وہ نہایت مخلص اور ایثار پیشہ آدمی تھے، یہ خبر سنتے ہی بے تاب ہو گئے اور دوڑتے ہوئے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

''یارسول اللہ میں نے سنا ہے کہ آپؐ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کسی قریب کے مکان میں لانا چاہتے ہیں۔ میں یہ مکان جو آپؐ کے کاشانہ اقدس کے متصل ہے، خالی کیے دیتا ہوں آپ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس میں بلا لیجئے۔ اے میرے آقا! میرا جان و مال آپ پر قربان ہے۔ خدا کی قسم جو چیز حضور ﷺ مجھ سے لیں گے، مجھے اس کا آپ کے پاس رہنا زیادہ محبوب ہوگا بہ نسبت اس کے کہ میرے پاس رہے''

سرورِ عالم ﷺ نے حضرت حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جذبہ ایثار کی تحسین فرمائی اور ان کے لیے خیر و برکت کی دعا کی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشکش کے جواب میں فرمایا "تم سچ کہتے ہو، اللہ تعالیٰ تمہیں خیر و برکت دے"

اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ والے قریبی مکان میں منتقل کرالیا۔

(سیرت فاطمۃ الزہراء از طالب الہاشمی، ص: ۱۰۱)

(قصہ ۴۱) سدا خوش رہو یہ دعا ہے مری

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی (مجھ سے) شادی کی تو آپؐ نے پانی منگا کر اس سے کلی کی پھر مجھے اپنے ساتھ اندر لے گئے اور وہ پانی میرے گریبان اور میرے کندھوں کے درمیان چھڑکا اور **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَق، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس** پڑھ کر مجھ پر دم کیا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو ان کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کا پیغام بھیجا پھر میں نے اپنی ایک زرہ اور اپنا کچھ سامان چار سو اسی درہم میں بیچا حضور ﷺ نے فرمایا اس کے دو تہائی خوشبو اور ایک تہائی کے کپڑے خریدلو اور پانی کے گھڑے میں کلی فرمائی اور فرمایا اس سے غسل کرو اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ جب تمہارا بچہ ہو تو اپنے بچے کو میرے آنے سے پہلے دودھ نہ پلانا لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دودھ پلا دیا البتہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ پلایا بلکہ حضور ﷺ نے ان کے منہ میں کوئی چیز ڈالی جس کا پتہ نہ چلا اسی وجہ سے دونوں بھائیوں میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیادہ علم والے تھے۔

(کنز العمال (۱۱۲/۷) طبقات ابن سعد (۲۱/۸))

(قصہ ۴۲) حضرت فاطمہؓ کا جہیز

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جہیز میں ایک جھالر والی چادر ایک مشکیزہ اور ایک چمڑے کا تکیہ دیا جس میں اذخر گھاس بھرا ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر بھیجا تو ان کے ساتھ ایک جھالر والی چادر اور چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال اور اذخر گھاس بھرا ہوا تھا اور ایک مشکیزہ بھی بھیجا وہ دونوں آدھی چادر کو نیچے بچھا لیتے تھے اور آدھی کو اوپر اوڑھ لیتے تھے۔ (حیاۃ الصحابۃ (۸۴۵/۲)

(قصہ ۴۳) حضرت فاطمہؓ کا مہر

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے پاس حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کا پیغام آیا تو میری ایک باندی نے مجھ سے کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضور ﷺ کے پاس حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کا پیغام آیا ہے میں نے کہا نہیں اس نے کہا ان کی شادی کا پیغام آچکا ہے۔ میں نے کہا نہیں اس نے کہا ان کی شادی کا پیغام آچکا ہے۔ آپ حضور ﷺ کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے تا کہ حضور ﷺ آپ سے شادی کر دیں میں نے کہا کیا میرے پاس ایسی کوئی چیز ہے جس کے ذریعہ میں شادی کر سکوں؟ اس باندی نے کہا اگر آپؐ کے پاس جائیں گے تو حضور ﷺ آپ سے ضرور شادی کر دیں گے اللہ کی قسم! وہ مجھے امید دلاتی رہی یہاں تک کہ میں حضور ﷺ کے پاس چلا گیا جب میں حضور ﷺ کے سامنے بیٹھا تو مجھ سے بولا نہ گیا اور حضور ﷺ کے رعب اور دبدبہ کی وجہ سے میں بات نہ کر سکا حضور ﷺ نے فرمایا تم کیوں آئے ہو؟ کیا تمہیں کوئی ضرورت ہے؟ میں خاموش رہا پھر حضور ﷺ نے فرمایا شاید تم فاطمہ سے شادی کا پیغام دینے آئے ہو میں نے کہا جی ہاں۔ حضور ﷺ نے فرمایا مہر میں دینے کے لیے تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! کچھ نہیں ہے حضور ﷺ نے فرمایا میں نے تم کو جو زرہ بطور اسلحہ کے دی تھی اس کا کیا ہوا؟ وہ

زرہ قبیلہ حطمہ بن محارب کی بنائی ہوئی تھی اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں علی کی جان ہے اس کی قیمت چار درہم نہ تھی (بلکہ چار سو اسی درہم تھی جیسے کہ آگے ابن عساکر کی روایت میں آرہا ہے) میں نے کہا وہ میرے پاس ہے حضور ﷺ نے فرمایا میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تمہاری شادی کردی ہے تم وہ زرہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھیج دو اور اسی کو فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر سمجھو۔ بس یہ تھا رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر۔

(البدایۃ والنہایۃ (۳۴۶/۳)

(قصہ ۴۴) حضرت فاطمہؓ کا ولیمہ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار کے چند لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا تم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا پیغام دو چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں گئے حضور ﷺ نے فرمایا ابو طالب کے بیٹے (علی) کو کیا کام ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا پیغام دینا چاہتا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا مرحباً واہلاً مزید اور کچھ نہ فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر آئے تو انصار کے وہی لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتظار کر رہے تھے ان لوگوں نے پوچھا کیا ہوا؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اور تو میں کچھ جانتا نہیں آپ نے بس اتنا فرمایا مرحباً واہلاً ان لوگوں نے کہا حضور ﷺ نے (یہ جملہ فرما کر) تمہیں اہل بھی عنایت فرمایا اور مرحبا بھی یعنی کشادہ جگہ بھی حضور ﷺ کی طرف سے تو ان دو میں سے ایک چیز ہی کافی تھی جب حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شادی کردی تو ان سے فرمایا اے علی! دلہن (کے گھر) آنے پر ولیمہ کا ہونا ضروری ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میرے پاس ایک مینڈھا ہے (میں وہ دے دیتا ہوں) اور انصار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے چند صاع مکئی جمع کی جب رخصتی کی رات آئی تو حضور ﷺ نے فرمایا میرا انتظار کرنا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے پانی منگا کر اس سے وضو کیا اور وہ پانی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ڈال دیا اور یہ دعا دی اے اللہ! ان دونوں میں برکت نصیب فرما اور ان دونوں کے لیے اس رخصتی میں برکت نصیب فرما۔

(حیاۃ الصحابۃ للکاندھلوی (۸۴۳/۲)

(قصہ ۴۵) حضرت فاطمہؓ کی رخصتی

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رخصت ہو کر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں آئیں تو ہمیں ان کے گھر میں یہی چند چیزیں ملیں ایک چٹائی بچھی ہوئی تھی ایک تکیہ تھا جس میں کی چھال بھری ہوئی تھی اور ایک گھڑا اور ایک مٹی کا لوٹا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغام بھیجا کہ جب تک میں نہ آجاؤں اس وقت تک اپنے گھر والوں کے قریب نہ جانا۔ چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا کیا میرا بھائی یہاں ہے؟ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ تھیں اور وہ ایک حبشی اور نیک عورت تھیں انہوں نے کہا یارسول اللہ! جب آپ نے اپنی بیٹی کی شادی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کردی تو اب یہ آپ کے بھائی کیسے ہوئے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا آپس میں بھائی چارہ کرایا تھا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھائی چارہ اپنے ساتھ کیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بھائی چارے کے ساتھ یہ شادی ہوسکتی ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن میں پانی منگایا پھر کچھ پڑھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے اور چہرے پر ہاتھ پھیرا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا تو فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اٹھ کر آپ کے پاس آئیں اور وہ شرم وحیا کی وجہ سے اپنی چادر میں لڑکھڑا رہی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی میں سے کچھ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر چھڑکا اوران سے یہ بھی فرمایا اپنے خاندان میں مجھے جو سب سے زیادہ محبوب تھا اس سے تمہاری شادی کرنے میں میں نے کوئی کمی نہیں کی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردے یا دروازے کے پیچھے کسی آدمی کا سایہ دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے کہا اسماء حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اسماء بنت عمیس؟ میں نے کہا جی ہاں یارسول اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کی وجہ سے آئی ہو؟ میں نے کہا جی ہاں جب کسی جوان لڑکی کی رخصتی ہو تو اس رات اس لڑکی کے پاس کسی رشتہ دار عورت کا ہونا ضروری ہے تاکہ اگر اس لڑکی کو کوئی ضرورت پیش آجائے تو یہ عورت اس کی ضرورت پوری کردے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے مجھے ایسی زبردست دعا دی کہ میرے نزدیک وہ سب سے زیادہ قابل اعتماد عمل ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا لو اپنی بیوی سنبھالو پھر حضور ﷺ باہر تشریف لے گئے اور اپنے گھر میں داخل ہونے تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں کے لئے دعا فرماتے رہے۔ (حیاۃ الصحابہ ۲/۸۴۴)

ایک روایت میں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی والی رات کو میں بھی وہاں تھی جب صبح ہوئی تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا اے ام ایمن! میرے بھائی کو بلاؤ انہوں نے کہا کیا وہ آپ کے بھائی ہیں؟ آپ نے ان سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی ہے حضور ﷺ نے فرمایا اے ام ایمن! میرے پاس بلا لاؤ عورتیں حضور ﷺ کی آواز سن کر ادھر ادھر ہو گئیں پھر حضور ﷺ ایک کونے میں بیٹھ گئے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو حضور ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی اور ان پر کچھ پانی چھڑکا پھر فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلاؤ! فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو وہ شرم وحیا کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو رہی تھیں اور چھوٹے چھوٹے قدم رکھ رہی تھیں آپ نے فرمایا چپ ہو جاؤ میں نے تمہاری شادی ایسے آدمی سے کی ہے جو مجھے اپنے خاندان میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔

(قصہ ۴۶) بہترین دن

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ایک مرتبہ فاقہ آیا تو انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اگر تم حضور ﷺ کی خدمت میں جا کر کچھ مانگ لو تو اچھا ہے، چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے پاس گئیں۔ اس وقت حضور ﷺ کے پاس حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا موجود تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دروازہ کھٹکھٹایا تو حضور ﷺ نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے فرمایا یہ کھٹکھٹاہٹ تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ہے۔ آج اس وقت آئی ہے پہلے تو کبھی اس وقت نہیں آیا کرتی پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا (اندر آ گئیں اور انہوں) نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان فرشتوں کا

کھانا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سُبْحَانَ اللّٰهِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا ہے ہمارا کھانا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے محمد کے گھرانوں کے کسی گھر میں تیس دن سے آگ نہیں جلی۔ ہمارے پاس چند بکریاں آئی ہیں اگر تم چاہو تو پانچ بکریاں تمہیں دے دوں اور اگر چاہو تو تمہیں وہ پانچ کلمات سکھا دوں جو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے سکھائے ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، نہیں بلکہ مجھے تو وہی پانچ کلمات سکھا دیں جو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو سکھائیں ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم یہ کہا کرو:

يَا اَوَّلَ الْاَوَّلِيْنَ وَيَا اٰخِرَ الْآخِرِيْنَ وَيَا ذَا الْقُوَّةِ الْمَتِيْنَ
وَيَا رَاحِمَ الْمَسَاكِيْنَ وَاَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۝

پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چلی گئیں۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیا ہوا؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا میں آپ ﷺ کے پاس سے دنیا لینے گئی تھیں لیکن وہاں سے آخرت لے کر آئی ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا پھر تو یہ دن تمہارا سب سے بہترین دن ہے۔

(ذکره الکاندھلوی فی حیاۃ الصحابۃ (۵۶/۳) وقال اخرجہ ابوالشیخ فی جزء من حدیثہ)

(قصہ ۴۷) ﴿مثالی شوہر، مثالی بیوی﴾

حضرت ابو اسحٰقؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شادی کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے میری ان سے شادی کردی ہے ان کی آنکھیں کمزور ہیں پیٹ بڑا ہے (شکل وصورت اچھی نہیں) حضور ﷺ نے فرمایا میں نے تمہاری جن سے شادی کی ہے ان کے فضائل یہ ہیں کہ یہ میرے صحابہ میں سے سب سے پہلے اسلام لائے اور ان کا علم ان سب سے زیادہ ہے اور یہ ان میں سب سے زیادہ بردبار ہیں (اے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! صورت نہ دیکھو سیرت دیکھو)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا (اے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا!) کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں نے تمہاری شادی ایسے آدمی سے کی

ہے جو میری امت میں سب سے زیادہ پرانے اسلام لانے والے، سب سے زیادہ علم والے اور سب سے زیادہ بردبار ہیں۔ (حیاۃ الصحابۃ (۲۸۷/۳))

(قصہ ۴۸) تسبیحات فاطمہؓ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ نے مجھ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کی تو ان کے ساتھ ایک چادر، چمڑے کا ایک گدا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، دو چکیاں، ایک مشکیزہ اور دو گھڑے بھیجے۔ میں نے ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کنویں سے ڈول کھینچتے کھینچتے میرے سینے میں تکلیف شروع ہوگئی ہے اور تمہارے والد محترم کے پاس اللہ نے قیدی بھیجے ہیں جاؤ اور ان سے خادم مانگ لاؤ۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا اللہ کی قسم! میں نے بھی اتنی چکی پیسی ہے کہ میرے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے ہیں، چنانچہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں گئیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے بیٹا! کیسے آئی ہو؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا بس آپ کو سلام کرنے آئی ہوں اور شرم کی وجہ سے غلام نہ مانگا اور یوں ہی واپس آ گئیں میں نے ان سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ انہوں نے کہا میں شرم کی وجہ سے غلام نہ مانگ سکی پھر ہم دونوں اکٹھے حضور ﷺ کی خدمت میں گئے اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کنویں سے پانی کھینچتے کھینچتے میرے سینے میں تکلیف ہوگئی ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے ہیں۔ اب اللہ نے آپ کے پاس قیدی بھیجے ہیں اور کچھ وسعت عطا فرمائی ہے اس لیے ہمیں بھی ایک خادم دے دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم! صفہ والے سخت فقر و فقہ میں ہیں اور بھوک کے مارے ان کا برا حال ہے ان پر خرچ کرنے کے لیے میرے پاس اور کچھ ہے نہیں، اس لیے یہ غلام بیچ کر میں ساری رقم ان پر خرچ کروں گا، اس لیے میں تمہیں کوئی خادم نہیں دے سکتا۔ ہم دونوں واپس آ گئے۔ ہمارا ایک چھوٹا سا کمبل تھا جب اس سے سر ڈھانکتے تو پاؤں کھل جاتے اور جب پاؤں ڈھانکتے تو سر کھل جاتا۔ رات کو ہم دونوں اس میں لیٹے ہوئے تھے کہ اچانک حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ ہم دونوں اٹھنے لگے تو فرمایا اپنی جگہ

لیٹے رہو پھر فرمایا تم نے مجھ سے جو خادم مانگا ہے کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتا دوں؟ ہم نے کہا ضرور بتا دیں۔ فرمایا یہ چند کلمات مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سکھائے ہیں تم دونوں ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ دس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ دس مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا کرو اور جب بستر پر لیٹا کرو تو ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور ۳۴ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَر کہا کرو۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! جب سے میں نے یہ تسبیحات حضور ﷺ سے سنی ہیں کبھی نہیں چھوڑیں۔

(حیاۃ الصحابۃ (۳/۳۳۱_۳۳۲ رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی)

(قصہ ۴۹) ﴿کوئی غم گسار ہوتا کوئی چارہ ساز ہوتا﴾

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا جو اسلام کا سخت دشمن تھا۔ اللہ نے اسے ہدایت دی اور وہ مشرف بہ ایمان ہوگیا۔ اس پر اس کے خویش واقارب اس کے مخالف ہوگئے اور اس سے قطع تعلق کرلیا۔ اس طرح اس کے کاروبار اور تجارت پر بہت برا اثر پڑا اور وہ نہایت مفلس وقلاش ہوگیا۔ اسی زمانے میں اسکی ہمدرد اور غمگسار بیوی قضائے الٰہی سے فوت ہوگئی۔ رشتہ داروں میں سے کوئی اس کے قریب بھی نہ پھٹکا۔ گھر میں بیوی کی میت پڑی تھی اور وہ پریشان تھا کہ اس کے غسل وکفن کا کیا انتظام کیا جائے۔ اتفاق سے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس کی مصیبت کا علم ہوگیا۔ وہ رات کے اندھیرے میں اٹھیں، ردائے مبارک سر پر لی اور لونڈی (حضرت فضہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو ساتھ لے کر اس کے گھر پہنچیں، وہاں جا کر خود ہی میت کو غسل دیا اور خود ہی کفنایا۔

(سیرت فاطمۃ الزہراء از طالب الہاشمی ص: ۱۳۳ بحوالہ خاتون جنت، منشی تاج الدین احمد)

(قصہ ۵۰) ﴿جو دلوں کو فتح کرلے وہی فاتح زمانہ﴾

ایک دفعہ قبیلہ بنو سلیم کے ایک بہت بوڑھے آدمی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضور ﷺ نے انہیں دین کے ضروری احکام ومسائل بتائے اور پھر ان سے پوچھا:

''کیا تمہارے پاس کچھ مال بھی ہے؟''

انہوں نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ! قسم ہے اللہ کی، بنو سلیم کے تین ہزار آدمیوں میں سب سے زیادہ غریب اور محتاج میں ہی ہوں''

حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''تم میں سے کون اس مسکین کی مدد کرے گا؟''

سید الخزرج حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور کہا: ''یارسول اللہ میرے پاس ایک اونٹنی ہے جو میں اس کو دیتا ہوں''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''کون ہے جو اس کی خوراک کا بندوبست کرے؟''

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان صاحب کو ساتھ لیا اور ان کی خوراک کا انتظام کرنے لگے۔ چند گھروں سے دریافت کیا لیکن وہاں سے کچھ نہ ملا۔ آخر سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا، کون ہے؟

حضرت سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سارا واقعہ بیان کیا اور التجا کی ''اے سچے رسول ﷺ کی بیٹی، اس مسکین کی خوراک کا بندوبست کیجئے''

سیدہ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آبدیدہ ہو کر فرمایا: اے سلمان، خدا کی قسم آج سب کو تیسرا فاقہ ہے۔ دونوں بچے بھوکے سوئے ہیں لیکن سائل کو خالی ہاتھ نہ جانے دوں گی۔ جاؤ یہ میری چادر شمعون یہودی کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو کہ فاطمہ بنت محمد ﷺ کی یہ چادر رکھ لو اور اس کے عوض اس مسکین کو کچھ جنس دے دو''

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعرابی کو ساتھ لے کر شمعون کے پاس پہنچے اور اس سے تمام کیفیت بیان کی۔ وہ دریائے حیرت میں غرق ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو خود بھوکے رہ کر دوسرے کو کھانا کھلاتے ہیں۔ سیدہ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاکیزہ کردار کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ وہ بے اختیار پکار اٹھا۔

''اے سلمان خدا کی قسم یہ وہی لوگ ہیں جن کی خبر توریت میں دی گئی ہے۔ تم گواہ رہنا کہ میں فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باپ ﷺ پر ایمان لایا''

اس کے بعد کچھ غلہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو دیا اور چادر بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو واپس بھیج دی۔ وہ سیدہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس آئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے اناج پیسا اور جلدی سے اعرابی کے لیے روٹیاں پکا کر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو دیں۔ انہوں نے کہا ''اے میرے آقا کی لخت جگر! ان میں سے کچھ بچوں کے لئے رکھ لیجئے''

سیدہ النساء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: ''سلمان جو چیز میں راہ خدا میں دے چکی وہ میرے بچوں کے لیے جائز نہیں''

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روٹیاں لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے وہ روٹیاں اعرابی کو دیں اور پھر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ ان کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا، آسمان کی طرف دیکھا اور دعا کی:

''بارالہا فاطمہ تیری کنیز ہے اس سے راضی رہنا''

علامہ اقبال نے اس شعر میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بہر محتاجے دلش آں گونہ سوخت
با یہودی چادر خود را فروخت

(سیرت فاطمۃ الزہراء از طالب الہاشمی ص: ۱۲۶ تا ۱۲۸)

جگر نے کیا خوب کہا ہے:

وہ ادائے دلبری ہو کہ نوائے عاشقانہ
جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتحِ زمانہ

(قصہ ۵۱) فاطمہؓ .... جنت کا خوشبودار پھول

ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سر پر گھاس کا گٹھا اٹھائے گھر تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا، ذرا یہ گٹھا اتارنے میں میری مدد کرو۔ اس وقت وہ کسی کام میں مصروف تھیں جلد نہ اٹھ سکیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گٹھا زمین پر دے مارا اور کہا: ''معلوم ہوتا ہے تم گھاس کے گٹھے کو ہاتھ لگانے میں ہتک محسوس کرتی ہو''

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے معذرت کرتے ہوئے کہا، ہرگز نہیں میں کام میں مصروفیت کی وجہ سے جلد نہ اٹھ سکی ورنہ جو کام میرے ابا جان رسول خدا ہوتے ہوئے اپنے دست مبارک سے کرتے ہیں میں انہیں کرنے میں ہتک کیسے محسوس کرسکتی ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کا جواب سن کر متبسم ہوگئے اور کمرہ کے اندر چلے گئے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہی اوصاف و خصائل تھے کہ ان کی وفات کے بعد جب کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حسن معاشرت کیسا تھا تو وہ آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا:

''فاطمہ جنت کا ایک خوشبودار پھول تھی جس کے مرجھانے کے باوجود اس کی خوشبو سے اب تک میرا دماغ معطر ہے۔ اس نے اپنی زندگی میں مجھے کبھی کسی شکایت کا موقع نہیں دیا''

(سیرت فاطمۃ الزہراء از طالب الہاشمی، ص ۱۰۸)

(قصہ ۵۲) فاطمہؓ ...... دنیا کی بہترین عورتوں میں سے ایک

ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا دونوں آٹھ پہر سے بھوکے تھے۔ شام کے قریب ایک تاجر کے اونٹ آئے اسے اونٹوں سے سامان اتروانے کے لیے ایک مزدور کی ضرورت تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کام کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا اور پہر رات تک اس کے اونٹوں کا سامان اتارا۔ تاجر نے ایک درہم محنت کا معاوضہ دیا۔ چونکہ رات زیادہ آچکی تھی اس لیے خورد و نوش کی دکانیں بند ہوچکی تھیں تاہم ایک دوکان سے جو مل گئے۔ شیر خدا رضی اللہ عنہ ایک درہم کے جو لے کر گھر آئے، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دیر سے راہ تک رہی تھیں شوہر نامدار کو دیکھ کر باغ باغ ہوگئیں۔ جو ان سے لے کر چکی میں پیسے، پھر ان کو گوندھا۔ آگ جلائی اور روٹی پکا کر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دی۔ جب وہ کھا چکے تو خود کھانے بیٹھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس وقت سید البشر ﷺ کا یہ قول مبارک یاد آیا کہ فاطمہ دنیا کی بہترین عورتوں میں سے ہے۔

(سیرت فاطمۃ الزہراء از طالب ہاشمی، ص: ۱۲۱)

(قصہ ۵۳) ﴿حق وفا ہم ادا کر چلے!﴾

ایک دن رسول اکرم ﷺ کے خانہ اقدس میں کھانے کو کچھ نہ تھا۔ سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کا بھی یہی حال تھا۔ حضور ﷺ بھوک کی حالت میں کاشانہ اقدس سے باہر نکلے۔ راستے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مل گئے۔ اتفاق سے وہ بھی اس دن فاقہ سے تھے۔ حضور ﷺ ان دونوں کو ساتھ لے کر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے کھجوروں کے باغ میں گئے ہوئے تھے اور گھر میں کھانے کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ نے حضور ﷺ کو خوش آمدید کہا۔ حضور ﷺ نے پوچھا ''ابوایوب کہاں ہیں؟''

حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باغ مکان کے بالکل قریب تھا انہوں نے رحمت عالم ﷺ کی آواز سنی تو کھجوروں کا ایک گچھا توڑ کر بے تابانہ دوڑتے ہوئے گھر پہنچے اور یہ گچھا مہمانان عزیز کی خدمت میں پیش کیا اس کے ساتھ ہی فوراً ایک بکری ذبح کی۔ آدھے گوشت کا سالن پکوایا اور آدھے کے کباب بنوائے اور حضور ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔ حضور ﷺ نے ایک روٹی پر کچھ گوشت رکھ کر فرمایا: ''اسے فاطمہ کو بھیج دو اس پر کئی دن کا فاقہ ہے''

حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعمیل ارشاد کی اور حضور ﷺ نے اپنے رفقائے کرام کے ساتھ کھانا کھایا۔ یہ پر تکلف کھانا کھاتے ہوئے حضور ﷺ پر رقت طاری ہوگئی اور فرمایا: ''اللہ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن بندوں سے دنیاوی نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا'' (یعنی ان نعمتوں کا حق تم نے کیسے ادا کیا)

(سیرت فاطمۃ الزہراء از طالب الہاشمی، ص:۱۲۲)

(قصہ ۵۴) ﴿حضور ﷺ کے آنسو﴾

ایک دن سرور عالم ﷺ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، آپ نے دیکھا کہ سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اونٹ کی کھال کا لباس پہنے ہوئے ہیں اور اس میں

بھی تیرہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔ وہ آٹا گوندھ رہی ہیں اور زبان پر کلام اللہ کا ورد جاری ہے۔ حضور ﷺ یہ منظر دیکھ کر آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا: ''فاطمہ دنیا کی تکلیف کا صبر سے خاتمہ کر اور آخرت کی دائمی مسرت کا انتظار کر۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نیک اجر دے گا''

(سیرت فاطمۃ الزہراء از طالب الہاشمی، ص:۱۲۴)

(قصہ ۵۵) ﴿ایک دینار﴾

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم پر کئی دن ایسے گزر گئے کہ نہ تو ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز تھی اور نہ رسول اللہ ﷺ کے پاس۔ اسی زمانے میں ایک دن میں کہیں جا رہا تھا کہ راستے میں ایک دینار پڑا پایا۔ تھوڑی دیر میں نے سوچا کہ اسے اٹھاؤں یا نہ اٹھاؤں۔ آخر میں نے اسے اٹھالیا کیونکہ سخت مصیبت (تنگدستی) میں مبتلا تھا۔ اسے لے کر ایک دوکاندار کے پاس آیا اور آٹا خرید کر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لے گیا اور ان سے کہا، اسے گوندھو اور روٹی پکاؤ۔ انہوں نے آٹا گوندھنا شروع کیا۔ اس وقت بھوک کی وجہ سے ان کی کمزوری کی یہ کیفیت تھی کہ کمر جھک گئی تھی اور ان کی پیشانی کے بال لگن تک پہنچ رہے تھے۔ بہرحال انہوں نے جوں توں کر کے آٹا گوندھا اور روٹی پکائی پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا تو آپؐ نے فرمایا ''اسے کھالو اللہ تعالیٰ نے تم کو یہ رزق دیا ہے''

(سیرت فاطمۃ الزہراء از طالب الہاشمی ص:۱۲۴، بحوالہ کنز العمال و مسند ابی داؤد)

(قصہ ۵۶) ﴿بھوک سے نجات﴾

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ سامنے سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں اور بالکل حضور ﷺ کے سامنے کھڑی ہوگئیں۔ آپؐ نے فرمایا اے فاطمہ قریب ہو، یہ ذرا قریب ہوئیں۔ آپؐ نے پھر فرمایا، اے فاطمہ قریب ہو۔ یہ آپؐ سے اور قریب ہوگئیں اور بالکل آپؐ کے سامنے کھڑی ہوگئیں۔ اس وقت ان کے چہرے پر زردی چھائی ہوئی تھی اور خون نہیں رہ گیا

تھا۔ حضور ﷺ نے اپنی انگلیاں پھیلائیں پھر اپنی ہتھیلی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سینہ پر رکھی اور اپنا سر مبارک اٹھا کر فرمایا، اے میرے اللہ بھوکے کے پیٹ کو بھر دینے والے اور حاجت کو پورا کرنے والے اور گرے ہوئے کو بلند کرنے والے، فاطمہ بنت محمد ﷺ کو بھوکا نہ رکھ۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر جو پیلا پن تھا وہ جاتا رہا اور خون ظاہر ہو گیا۔ اس واقعہ کے چند دن بعد میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اے عمران! مجھے اس وقت سے کبھی بھوک نے نہیں ستایا۔ (سیرت فاطمۃ الزہراء از طالب الہاشمی، ص: ۱۲۵)

(قصہ ۵۷) ﴿سیدہ فاطمہؓ کا بخار﴾

ایک بار سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بخار آ گیا رات انہوں نے سخت بے چینی اور مشکل میں کاٹی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں بھی ان کے ساتھ جاگتا رہا۔ پچھلے پہر ہم دونوں کی آنکھ لگ گئی۔ فجر کی اذان سن کر بیدار ہوا تو دیکھا کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وضو کر رہی ہیں۔ میں نے مسجد میں جا کر نماز پڑھی واپس آیا تو دیکھا کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا معمول کے مطابق چکی پیس رہی ہیں، میں نے کہا ''فاطمہ تمہیں اپنے حال پر رحم نہیں آتا، رات بھر تمہیں بخار رہا، صبح اٹھ کر ٹھنڈے پانی سے وضو کر لیا، اب چکی پیس رہی ہو، خدا نہ کرے زیادہ بیمار ہو جاؤ'' (سیرت فاطمۃ الزہراء از طالب الہاشمی، ص: ۱۰۷)

(قصہ ۵۸) ﴿سیدہ فاطمہؓ تعزیت کرتی ہیں﴾

ایک بار رسول مقبول ﷺ کسی صحابی کو دفن کر کے آ رہے تھے کہ راہ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مل گئیں، حضور ﷺ نے پوچھا ''بیٹی! کہاں گئی تھیں اور گھر سے کیوں نکلی ہیں'' فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی ''ہمسایہ کے گھر میں موت ہو گئی تھی وہاں تعزیت کے لئے گئی تھی'' (سنن ابی داؤد، باب فی التعزیۃ (۳۱۲۳) النسائی، الجنائز، باب النعی (۱۸۸۱))

(قصہ ۵۹) سامانِ زندگی

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے محمد ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور تنگ دستی کی وجہ سے یہ حال تھا کہ ہمارے پاس مینڈھے کی کھال کے علاوہ اور کوئی بستر نہیں تھا جس پر ہم رات کو سو جاتے۔ دن کو اس میں پانی لادنے والے اونٹ کو چارہ کھلاتے تھے۔ میرے پاس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی خدمت گزار نہیں تھا۔

حیاۃ الصحابۃ (۱/۴۳۷)

(قصہ ۶۰) سازش کی اطلاع

اسی طرح ایک بار قریش کسی جگہ اکٹھے ہوئے اور مشورہ کرنے لگے کہ مدعی نبوت (رسول اللہ ﷺ) پر یکدم اس طرح حملہ کریں کہ انہیں مار مار کر زخمی اور بے ہوش کر دیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس وقت بھی کمسن تھیں انہوں نے یہ سب کچھ اپنے کانوں سے سن لیا اور حضور ﷺ کو ان کی سازش کی اطلاع کر دی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا بیٹی! گھبراؤ نہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے گا۔ یہ کہہ کر آپؐ گھر سے نکلے اور مسجد الحرام میں تشریف لے گئے۔ سازشیوں نے آپ کو دیکھا تو آنکھیں نیچی کر لیں۔ حضور ﷺ نے ایک مٹھی بھر خاک ان کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا: ''شَاهَتِ الْوُجُوْه'' یہ مٹی جس جس کافر پر پڑی جنگ بدر میں وہ دوزخ کی غذا بن گیا۔ (مسند احمد بن حنبل (۱/۳۰۴)

(قصہ ۶۱) والدین کے لئے ایک عظیم نمونہ

حضور رسول مقبول ﷺ نے فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا سے اذن (جسے ایجاب کہتے ہیں) لے کر نکاح تو کر ہی دیا۔ اب انہیں روانہ کرنا تھا۔ گھر تشریف لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں سیدہ عالی مقام رضی اللہ عنہا غمگین سی بیٹھی ہیں اور سادہ سا لباس پہنے، سر جھکائے کچھ پریشان سی نظر آتی ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے بیٹی؟ مگر وہ شرم کے مارے خاموش رہیں۔ فرمایا: بیٹی! میں جانتا ہوں کہ علی رضی اللہ عنہ غریب ہیں کنگال اور تنگ حال ہیں، کرائے کی

جھونپڑی میں رہتے ہیں، محنت مزدوری کرتے ہیں، نہ ان کے پاس دولت ہے، نہ ان کا اپنا مکان ہے، نہ ان کی جائیداد ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ میں نے اچھے اچھے دولت مندوں اور کھاتے پیتوں کی درخواستیں نامنظور کیں۔ مگر اے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! رنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ اللہ شاہد ہے میری برادری میں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر کوئی نہیں تھا جسے میں تیرے لیے منتخب کرتا۔ بیٹی! اگر علی تنگ دست ہیں تو فکر نہ کر، اللہ مالک ہے، یہ دنیا کی مفلسی وغریبی چند روزہ ہے تو آخرت پر نگاہ رکھ، اس کی کشائشوں کو دیکھ، کیونکہ عقبیٰ کے دولت بھرے خزانے تیرے لیے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ تجھے ان کا مالک بنائے گا۔

(سیرت فاطمۃ الزہراء از مولانا عبدالمجید خادم، ص: ۵۸)

(قصہ ۶۲) ﴿پردہ کا اہتمام﴾

ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے۔ آپ کے پیچھے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک نابینا صحابی بھی اندر چلے گئے۔ انہیں دیکھ کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دوڑیں اور کوٹھڑی میں چھپ گئیں۔ جب وہ چلے گئے تو آنحضرت ﷺ نے پوچھا۔ بیٹی! تم کیوں چھپ گئی تھیں ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو نابینا ہیں۔ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عالم نے جواب دیا۔ ابا جان! اگر وہ نابینا ہیں مگر میں تو نابینا نہیں ہوں کہ خواہ مخواہ غیر محرم کو دیکھا کروں؟

(قصہ ۶۳) ﴿سنت پر عمل کا جذبہ﴾

سیدہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وارفتگی سنت اس درجہ ترقی کر گئی تھی کہ بعض وقت خود حضور ﷺ جب اپنا کوئی سابقہ عمل یا حکم یا ارشاد (بحکم الٰہی) بدل دیتے تو یہ سنت رسول آپ کو آگاہ فرماتیں کہ حضور! آپ نے یہ کام فلاں وقت میں یوں کیا تھا اور اب یوں کر رہے ہیں ایسے کیوں ہے؟ حالانکہ حضور ﷺ ایسا دیدہ دانستہ کرتے تھے۔ کیونکہ جب کسی مصلحت کی بنا پر بحکم الٰہی پہلا حکم منسوخ ہو جاتا تو آپ اللہ ہی کے حکم سے نیا مسئلہ بیان فرماتے تھے۔ کبھی جواز کے لیے کرتے کہ یوں بھی ٹھیک ہے اور یوں بھی ٹھیک ہے۔

بی بی فاطمہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جناب رسول اللہ ﷺ سے کہیں یہ سن لیا کہ جب گوشت کھایا جائے تو وضوٹوٹ جاتا ہے۔حضور ﷺ نے اس وقت ''اونٹ کا گوشت'' کے الفاظ ارشاد فرمائے۔مگر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اونٹ کا لفظ نہ سنا اور مطلق گوشت سمجھ لیا اس لیے اسی پر عمل شروع کر دیا۔ایک دن جناب فخر کائنات ﷺ اپنی محبوب بیٹی کے ہاں تشریف لے گئے۔اس روز فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گوشت پکا رکھا تھا۔جسے حضور ﷺ نے بھی تناول فرمایا۔جب کھا پی کر فارغ ہوئے تو نماز کا وقت ہو گیا اور حضور ﷺ پہلے وضو ہی سے نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی۔حضور ﷺ! وضو کر لیجئے۔اور پھر وہ الفاظ بھی حضور ﷺ کی زبان اقدس سے سنے تھے وہ دہرا دیئے۔ آنحضور ﷺ سن کر مسکرائے۔فرمایا بیٹی! دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔یہ اونٹ کا گوشت تھوڑا ہی تھا؟ (مسند احمد (۲۸۳/۶))

(قصہ ۶۴) ﴿حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے لئے کھانے کا انتظام﴾

ایک بار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر تشریف لائے تو کیا دیکھتے ہیں کہ دونوں کم سن بچے (حسن وحسین رضی اللہ عنہما) رو رہے ہیں سیدہ فاطمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کے رونے کی وجہ پوچھی،انہوں نے کہا،یہ بچے بھوک سے روتے ہیں اور گھر میں کھانے پکانے کی کوئی چیز نہیں ہے۔یہ سنتے ہی جناب مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر نکل گئے۔چند قدم ہی گئے تھے کہ ایک دینار کہیں سے مل گیا۔آپ وہ لے کر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے اور بتایا کہ فلاں جگہ سے ملا ہے۔جناب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا فلاں یہودی کی دکان پر جایئے اور اس کا آٹا خرید لایئے۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس دکان پر پہنچے اور آٹا خریدا۔دوکاندار اگرچہ یہودی تھا مگر آنحضور ﷺ کا عقیدت مند تھا۔پوچھنے لگا،آپ انہیں کے داماد ہیں نا! جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کر رکھا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں! سچ کہتے ہو۔اس نے کہا پھر یہ دینار بھی لے جایئے اور آٹا بھی لے جایئے۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دینار دینے پر ہر چند اصرار کیا مگر وہ نہ مانا۔جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آٹا گھر لے آئے اور سیدۃ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتایا کہ

اس یہودی نے بلا قیمت آٹا دے دیا ہے۔ سیدہ نے کہا اب بازار جایئے اور اس سے ایک درہم کا گوشت لے آیئے۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ گوشت لائے۔ سیدہ نے کھانا تیار کیا اور جناب رسول اللہ ﷺ کو بھی کھانے پر بلایا۔ حضور ﷺ تشریف لائے تو فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے تمام ماجرا کہہ سنایا کہ اس طرح دینار ملا تھا اور اس طرح آٹا اور گوشت آیا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ تھا کہ حضور ﷺ اسے جائز قرار دیں تو اسے ہم کھائیں ورنہ نہ کھائیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اجازت دے دی اور فرمایا بسم اللہ پڑھ کر کھالو، پھر آپ نے لقمہ منہ میں ڈالا۔ (رواہ ابوداؤد، کتاب اللقطۃ ۱۷۱۶)

(قصہ ۶۵) قربانی کا گوشت

جناب رسول مقبول ﷺ نے شروع شروع میں قربانی دینے والوں کو قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا تھا۔ لیکن بعد میں کھانے کی اجازت دے دی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اجازت ملنے کا علم نہ تھا۔ ایک بار وہ سفر سے واپس آئے تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے ان کے آنے سے بیشتر قربانی کی ہوئی تھی۔ وہی گوشت ان کے سامنے رکھ دیا۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ نے اس کے کھانے سے منع کیا ہے'' سیدہ رضی اللہ عنہا بولیں اب حضور ﷺ نے اس کے کھانے کی اجازت دے دی ہے'' مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تسلی نہ ہوئی۔ فوراً دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے دریافت کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہاں! اب تم یہ گوشت کھا سکتے ہو۔ حضور ﷺ سے اطمینان پا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ گوشت تناول کیا۔ (مسند احمد (۲۸۲/۶)

(قصہ ۶۶) وظیفہ

ایک مرتبہ جناب علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نماز کے بعد دیر تک کوئی دعا پڑھتے رہے جب وہ فارغ ہوئے تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا آپ نماز کے بعد کیا پڑھتے رہے ہیں؟

فرمایا فلاں وظیفہ کرتا رہا ہوں۔ پوچھا یہ آپ نے کہاں سے سیکھا ہے؟ فرمایا پرسوں جناب نبی کریم ﷺ نے بتایا تھا۔ یہ سنتے ہی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

اجازت لی اور آستانہ نبوت پر گئیں۔

حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا فلاں دعا اور فلاں وظیفہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے انہیں بتایا ہے۔ جب جا کر فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تسلی ہوئی اور پھر نماز کے بعد وہ بھی اس کا ورد کرنے لگیں۔

(سیرت فاطمۃ الزہراء از مولانا عبدالمجید خادم، ص:۷۵۔۷۶)

(قصہ ۶۷) ﴿فقہی مسائل میں تحقیق﴾

ایک دفعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ذرا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ئیں اور پوچھ آئیں کہ اگر نماز میں جی متلانے لگے اور تھوکنے کی ضرورت پڑے تو کیا کرنا چاہیے؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہیں کھڑے کھڑے جواب دیا کہ میرے خیال میں یوں کرنا چاہیے۔ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سن کر کہا یہ تو پھر آپ کی رائے ہوئی! نبی کریم ﷺ کا ارشاد نہ ہوا۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر چند کہا کہ جو کچھ میں نے بتایا ہے وہ میں نے حضور ﷺ ہی سے سنا ہے۔ مگر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہ مانیں کہنے لگیں، یہ جو آپ نے ''میرے خیال میں'' کے الفاظ استعمال کئے ہیں ان سے مجھے شک پڑ گیا ہے آپ ضرور جایئے اور دریافت کر کے آیئے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے اور جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کر کے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آگاہ کیا۔ پھر آپ کی تسلی ہوئی۔

(سیرت فاطمۃ الزہرا از مولانا عبدالمجید خادم، ص:۷۶)

(قصہ ۶۸) ﴿بصیرت افروز جواب﴾

ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذرا تیز مزاج اور غصیل تھیں اور اس میں اچنبھے کی کوئی بات نہیں یہ اپنی اپنی عادت ہے۔ ایک دفعہ انہوں نے کسی بات پر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جھڑکا۔ کسی نے سیدہ سے کہا آپ ان کے پاس نہ جایا کریں۔ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بولیں کیوں نہ جاؤں؟ وہ تو میری ماں ہیں۔ مجھے لاکھ برا بھلا کہیں، وہ پھر بھی میری ماں اور میرے لیے قابل تکریم ہیں اور میں ان کی ہر خدمت کرنے کو تیار ہوں۔

(سیرت فاطمۃ الزہراء از مولانا عبدالمجید خام، ص:۸۰)

(قصہ ۶۹) ﴿انوکھا امتحان﴾

ام المومنین جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک دفعہ آزمائش کے طور پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کوئی سخت کام بتایا۔ جب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فوراً تعمیل حکم کے لیے اٹھیں۔ تو انہوں نے ان کا منہ سر چوم لیا۔ اور یہ کہہ کر بٹھا دیا کہ میں تو تمہارا امتحان لینا چاہتی تھی۔ واقعی تم ایک فرمانبردار بیٹی ہو۔ (سیرت فاطمۃ الزہراء از مولانا عبدالمجید خادم، ص: ۸۰)

(قصہ ۷۰) ﴿ماں کے قدموں تلے جنت ہے!﴾

ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا بیٹی! جس قدر تم ہماری خدمت کرتی ہو۔ اس سے زیادہ اپنے ابا جان ﷺ کی خدمت کیا کرو۔ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا محترم امی! حضرت والد گرامی کی خدمت میں اگر تھوڑی بہت کوتاہی بھی ہو جائے تو مجھ سے باز پرس نہ کریں گے لیکن آپ کی خدمت میں کرنے کو بھی میں اپنے لیے اہم فرض سمجھتی ہوں۔ اور ابا حضور ہی کا ارشاد ہے کہ ''ماؤں کا خاص خیال رکھا کرو ان کے قدموں تلے جنت ہے'' (سیرت فاطمۃ الزہراء از مولانا عبدالمجید خادم: ص: ۸۰)

(قصہ ۷۱) ﴿حضرت علیؓ کی دیکھ بھال﴾

سیدہ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دستور تھا کہ جب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر تشریف لاتے تو سلام اور مرحبا کہہ کر انکا استقبال کرتیں۔ بیٹھی یا لیٹی ہوتیں تو احتراماً اٹھ کھڑی ہوتیں۔ یہ نہیں کہ لیٹی رہتیں۔ اور انہیں مسکراتے ہوئے خوش آمدید کہتی۔ انہیں بستر پر بٹھاتیں۔ ان کے پاؤں دباتیں۔ مٹھی چاپی کرتیں۔ پانی پلاتیں۔ کھانے کا وقت ہوتا تو کھانا پیش کرتیں۔ غرض ان کی طرف پوری توجہ دیتیں۔ ان کا بے حد احترام کرتیں۔ وہ جو بھی حکم دیتے اس کی تعمیل کرتیں اور حتی الامکان انہیں ناراض نہ ہونے دیتیں۔ باوجود یہ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت نادار اور مفلس تھے۔ اور محنت و مشقت سے تھوڑی اجرت لے آتے تھے۔ عام طور پر فاقہ ہی میں گزرتی تھی۔ مگر حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھوکی پیاسی رہ کر بھی ان کی خدمت میں لگی

رہتیں۔ اور اس میں کسی قسم کی غفلت و کوتاہی برتنا گناہ خیال کرتیں۔

ایک دفعہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کسی کام میں مصروف تھیں۔ جناب مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بلایا۔ مگر مصروفیت کی وجہ سے جانے میں ذرا دیر ہوگئی۔ جب وہ گئیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیا تم اس لیے دیر کر کے آئی ہو کہ میں نادار اور فاقہ کش ہوں؟ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا۔ نہیں۔ واللہ یہ بات نہیں ہے دراصل میں فلاں کام میں مصروف تھی اس لیے تاخیر ہوئی۔ ورنہ میں تو ہر وقت آپ کی خدمت گذار ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدۃ محترمہ کے ان الفاظ سے بہت خوش ہوئے اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ (سیرت فاطمۃ الزہراء از مولانا عبدالمجید خادم، ص ۸۴۔۸۵)

(قصہ ۷۲) ﴿حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش﴾

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۵ رمضان المبارک ۳ ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام ''حسن'' رکھا اور ساتویں دن آپ کا عقیقہ فرمایا اور ایک بکری ذبح کی پھر آپ کے سر کا حلق فرمایا اور بالوں کے وزن کے بقدر چاندی صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ (تہذیب الاسماء، ص:۱۶۲، الحسن والحسین، ص:۱۷)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش سے قبل ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک خواب دیکھا جس میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش کی خوشخبری دی گئی۔ خواب دیکھنے کے بعد حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ''یا رسول اللہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے جسم کا ایک ٹکڑا میرے گھر میں موجود ہے'' یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''تو نے ایک اچھا خواب دیکھا ہے، فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ایک لڑکے کو جنم دے گی اور آپ اس بچہ کو قثم کے حصہ کا دودھ پلائیں گی'' لہٰذا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی اور ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں اپنے بیٹے قثم کے حصہ کا دودھ پلایا'' (اخرجہ ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۱۳)

(قصہ ۷۳) ﴿حضرت حسنؓ کی بھوک﴾

ایک مرتبہ حضرت محمد ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لائے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سو چکے تھے جبکہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھوک کی وجہ سے رو رہے تھے اور کھانا مانگ رہے تھے۔ حضور ﷺ نے انہیں جگانا مناسب خیال نہ فرمایا اور گھر کے صحن میں کھڑی ایک بکری کا دودھ دوہا اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دست مبارک سے پلایا، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا اور ان کی بھوک دور ہوگئی۔ (خاندان نبوی کے چشم و چراغ، ترجمہ ابناء النبیؐ ص:۱۷۴)

(قصہ ۷۴) ﴿حضرت حسینؓ کی پیدائش﴾

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۵ شعبان المعظم ۴ھ کو پیدا ہوئے۔

(البدایۃ والنھایۃ کذا فی الامام الحسن، ص:۲۲)

انہیں ایک سفید کپڑے میں لپیٹ کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے ان کی دائیں کان میں اذان دی اور بائیں کان میں اقامت پڑھی پھر کوئی چیز چبا کر ان کے تالو کو لگائی اور ان کے منہ میں اپنا لعاب دھن ڈال کر ان کے لئے دعا فرمائی، پھر ان کے سر پر خلوق نامی خوشبو لگائی اور انہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالہ کر دیا پھر ننھے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مونڈا گیا اور بالوں کے وزن کے مقدار چاندی صدقہ کی گئی، حضور ﷺ نے ان کا نام رکھا، ساتویں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقیقہ میں دو مینڈھے ذبح کئے گئے اور ایک مینڈھے کی ران دائی کو عطا کی گئی پھر بچہ کا ختنہ کیا گیا۔

(الدر المستطاب ترجمہ الحسین، کذا فی الامام الحسین، ص ۲۲)

(قصہ ۷۵) ﴿جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے﴾

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے باپ شریک بھائی محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کسی بات پر تلخی پیدا ہوگئی اور دونوں آپس میں ناراض ہو کر چل دیئے محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھر

پہنچ کر درج ذیل مضمون پر مشتمل ایک مکتوب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

محمد بن علی کی طرف سے اس کے بھائی حسین بن علی کی طرف ''سلام مسنون کے بعد.......... آپ کو ایسا مقام اور مرتبہ حاصل ہے جس تک میری رسائی ناممکن ہے، اس لیے کہ میری والدہ بنو حنفیہ کی ایک خاتون ہیں اور آپ کی والدہ فاطمۃ الزہراء دختر رسول ﷺ ہیں، اگر میری والدہ جیسی عورتوں سے زمین بھر جائے، پھر بھی آپ کی والدہ کے برابر نہیں ہو سکتیں، لہٰذا اس مقام و مرتبہ کی بناء پر میرا مکتوب پڑھتے ہی مجھے راضی کرنے میرے ہاں چلے آئیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ جس فضیلت کو پانے کے لیے آپ مجھ سے زیادہ حقدار ہیں میں اس میں پہل کر جاؤں، والسلام''

ادھر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ خط پڑھا تو فوراً محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر آئے اور انہیں راضی کیا، باہمی رضامندی کا یہ کس قدر انوکھا انداز ہے۔

(کتابوں کی درس گاہ میں ص:۴۷، بحوالہ رفیق المسلم فی الاسفار، ص:۳۲)

(۷۶) حضرت فاطمہؓ کے صاحبزادوں کی شان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''ایک مرتبہ حضور انور ﷺ سے کسی نے پوچھا ''آپ کو اپنے گھر والوں میں سے زیادہ محبت کس سے ہے؟'' حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے'' آپؐ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کرتے تھے کہ ''میرے بچوں کو لے آؤ'' جب وہ حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر کر دیتیں تو آپؐ انہیں پیار کرتے اور انہیں سینہ انور سے لگا لیتے''

(رواہ الترمذی: ۳۷۷۲)

(۷۷) ہر ظرف نہیں ہے اس قابل ......

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بہت بیمار ہو گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے منت مانی کہ اگر یہ تندرست ہو جائیں تو شکرانہ کے طور پر تین تین روزے دونوں حضرات رکھیں گے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے صاحبزادوں کو صحت ہو گئی ان حضرات نے شکرانہ کے روزے رکھنے شروع فرما دیئے مگر گھر میں نہ سحر کے لیے کچھ تھا نہ افطار کے لئے لہٰذا فاقہ پر روزہ شروع کر دیا، صبح کو حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک یہودی کے پاس تشریف لے گئے جس کا نام ''شمعون'' تھا اور اس کو کہا کہ اگر تو کچھ اون دھاگہ بنانے کے لئے اجرت دے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اس کام کو کر دے گی، اس نے اون کا ایک گٹھا تین صاع جو کی اجرت طے کر کے انہیں دے دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس میں سے ایک تہائی کاتا اور ایک صاع اجرت کے لے کر ان کو پیسا اور پانچ نان اس کے تیار کئے، ایک اپنا ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا، دو دونوں صاحبزادوں کے اور ایک باندی کا جس کا نام فضہ تھا۔ روزہ میں دن بھر کی محنت مزدوری کے بعد جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر لوٹے اور کھانا کھانے کے لیے دستر خوان بچھایا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روٹی کا ٹکڑا توڑا ہی تھا کہ ایک فقیر نے دروازہ سے آواز دی کہ ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والو! میں ایک فقیر مسکین ہوں، مجھے کھانا دو، اللہ جل شانہ تمہیں جنت کے دستر خوان سے کھانا کھلائے'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھانے سے ہاتھ روک لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مشورہ کیا، انہوں نے فرمایا، ''ضرور دے دیجئے'' لہٰذا وہ سب روٹیاں اس کو دے دی گئیں اور گھر والے سب کے سب فاقے سے رہے اور اسی حال میں دوسرے دن کا روزہ شروع کر دیا۔

دوسرے دن پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دوسری تہائی اون کی کاتی اور ایک صاع جو کا اجرت لے کر اس کو پیسا اور روٹیاں پکائیں اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر تشریف لائے اور سب کے سب کھانے کے لیے بیٹھے تو ایک یتیم

نے دروازہ سے سوال کیا اور اپنی تنہائی اور فقر کا اظہار کیا، ان حضرات نے اس دن کی روٹیاں بھی اس کے حوالہ کردیں اور خود پانی پی کر تیسرے دن کا روزہ شروع کردیا۔

اگلے دن صبح کو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اون کا باقی حصہ کاتا اور ایک صاع جو کارہ گیا تھا وہ لے کر پیسا روٹیاں پکائیں اور مغرب کی نماز کے بعد جب کھانے بیٹھے تو ایک قیدی نے آکر آواز دی اور اپنی سخت حاجت اور پریشانی کا اظہار کیا۔ ان حضرات نے اس دن کی روٹیاں بھی اس قیدی کو دے دیں اور خود فاقہ سے رہے۔ چوتھے دن صبح کو روزہ تو تھا نہیں لیکن کھانے کو بھی کچھ نہیں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں صاحبزادوں کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے بھوک اور ضعف کی وجہ سے چلنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا "تمہاری تکلیف اور تنگی دیکھ کر مجھے بہت ہی تکلیف ہو رہی ہے چلو فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس چلیں" حضور ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ بھوک کی شدت سے آنکھیں گڑ گئی تھیں اور پیٹ کمر سے لگ گیا تھا۔ حضور ﷺ نے ان کو سینہ سے لگایا اور حق تعالیٰ شانہ سے فریاد کی، اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام سورہ دہر کی آیات:

"وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا"

"اور باوجود یہ کہ انہیں خود طعام کی خواہش اور حاجت ہے فقیروں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں"

لے کر آئے اور اس پر وانہ خوشنودی کی مبارکباد دی۔ (فضائل صدقات، ص: ۷۲۸)

ہر ظرف نہیں ہے اس قابل بن جائے غم جاناں کا امیں
سینے سے لگا لو دیوانوں یہ درد بمشکل ملتا ہے

(۷۸) اے اللہ! یہ تیرے حوالے ہیں

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو ساتھ لے کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور ﷺ نے دونوں ننھے

بچوں کو اپنی گود مبارک میں بٹھالیا اور دونوں کا بوسہ لیا۔ پھر ایک ہاتھ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گلے لگایا اور دوسرے سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پھر ان سب پر ایک سیاہ چادر ڈال کر دعا فرمائی: ''اے اللہ یہ سب تیرے حوالہ ہیں تو انہیں جہنم کے حوالہ نہ کر''

(اخرجہ احمد فی مسندہ: ۲۵۳۲۹)

(۷۹) حضرت واثلہؓ کی پونجی

حضرت ابو عمار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں کچھ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ کیا اور انہیں کچھ برا بھلا کہہ دیا، جب وہ لوگ کھڑے ہو کر چلے گئے تو مجھ سے فرمایا ''تم ذرا بیٹھے رہو میں اس ہستی کے بارے میں کچھ بتاتا ہوں جسے انہوں نے برا بھلا کہا ہے، ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم آئے، آپؐ نے ان پر اپنی چادر ڈال کر یہ دعا فرمائی:

''اے اللہ یہ میرے گھر والے ہیں ان سے ناپاکی کو دور کردے اور انہیں پاک کردے''

میں نے عرض کیا، ''میں بھی'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ''تم بھی'' حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میرے دل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر تمام اعمال سے زیادہ اعتماد ہے، اور ایک روایت میں یہ ہے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے سب سے زیادہ امید ہے''　(اخرجہ الطبرانی وکذا فی حیاۃ الصحابۃ للکاندھلویؒ، ج۳، ص: ۳۶۵)

(۸۰) حضرت فاطمہؓ کے کھانے میں برکت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کئی دن تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کو کچھ نہ ملا۔ جب بھوک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ ستایا تو آپؐ اپنی تمام ازواج مطہرات کے گھر میں تشریف لے گئے لیکن آپؐ کو کسی کے ہاں کھانے کو کچھ نہ ملا، پھر آپؐ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا: ''اے بیٹی! کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ کیونکہ مجھے بہت بھوک لگی ہوئی ہے'' حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ''میرے ماں باپ آپ پر

قربان ہوں، اللہ کی قسم! کچھ نہیں ہے'' جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں سے تشریف لے گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک پڑوسن نے ان کے ہاں دو روٹیاں اور گوشت کا ایک ٹکڑا بھیجا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کھانا لے کر اپنے ایک پیالے میں رکھ دیا اور اپنے دل میں کہا: اللہ کی قسم! میں یہ کھانا حضور ﷺ کو کھلاؤں گی، نہ خود کھاؤں گی نہ اپنے بچوں کو کھلاؤں گی، حالانکہ یہ سب بھوکے تھے اور پیٹ بھر کر کھانے کی انہیں بھی ضرورت تھی، انہوں نے حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما میں سے ایک کو حضور ﷺ کی خدمت میں بلانے بھیجا، حضور ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں دوبارہ تشریف لے آئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اللہ نے کچھ بھیجا ہے جو میں نے آپ کے لیے چھپا رکھا ہے'' آپ ؐ نے فرمایا ''بیٹا! لے آؤ'' حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ''میں وہ پیالہ لے آئی، اسے کھولا تو میں دیکھ کر حیران رہ گئی کیونکہ سارا پیالہ روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا تھا، میں سمجھ گئی یہ برکت اللہ کی طرف سے ہوئی ہے، میں نے اللہ کی تعریف کی اور اس کے نبی پر درود بھیجا اور کھانا حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ جب حضور ﷺ نے کھانا دیکھا تو فرمایا ''الحمد اللہ! اے بیٹا! یہ کھانا تمہیں کہاں سے ملا؟'' میں نے کہا ''اے ابا جان! یہ کھانا اللہ کے ہاں سے آیا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے اس کو بے حساب اور بے گمان روزی دیتا ہے'' آپ ؐ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور فرمایا، ''اے بیٹی! تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے تجھے بنی اسرائیل کی عورتوں کی سردار (حضرت مریم علیہا السلام) کے مشابہ بنایا ہے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ انہیں روزی دیتے اور ان سے اس روزی کے بارے میں پوچھا جاتا تو کہتیں ''یہ رزق اللہ کے پاس سے آیا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے اسے بے حساب اور بے گمان دیتا ہے'' پھر حضور ﷺ نے آدمی بھیج کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا، پھر حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت حسن حضرت حسین رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کی ازواج مطہرات نے اور آپ کے تمام گھر والوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ''سب کے کھا لینے کے بعد بھی کھانا جوں کا توں باقی تھا اور وہ بچا ہوا کھانا تمام پڑوسیوں کو پورا آ گیا۔ اس کھانے

میں اللہ نے بڑی خیر و برکت ڈالی"　　　(نقلہ ابن کثیر فی تفسیرہ، ج ا، ص ۳۶۵)

(۸۱) ﴿عیال فاطمہؓ کے لئے حضور ﷺ کی دعا﴾

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں "حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک مرتبہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو گود میں اٹھائے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں۔ ان کے ہاتھ میں ایک ہنڈی تھی جس میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے گرم گرم کھانا تھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب وہ ہانڈی حضور ﷺ کے سامنے رکھ دی تو حضور ﷺ نے فرمایا "ابوحسن یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں ہیں؟" حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا، "گھر میں ہیں" حضور ﷺ نے انہیں بلا لیا (جب وہ آ گئے تو) حضور ﷺ حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم (پانچوں مل کر) کھانے لگے اور حضور ﷺ نے مجھے کھانے کے لیے نہ بلایا حالانکہ اس سے پہلے حضور ﷺ کھانا کھاتے تو مجھے ضرور بلاتے تھے، کھانے سے فارغ ہو کر آپ نے ان سب پر اپنی چادر ڈال دی اور فرمایا: "اے اللہ! جو ان سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر اور جو ان سے دوستی کرے تو اس سے دوستی کر"　　(اخرجہ ابویعلی وقال الہیثمی واسنادہ کذا فی حیاۃ الصحابۃ، ج:۲، ص:۴۸۷)

(۸۲) ﴿اک بار ان آنکھوں بھی دیکھی وہ بہاریں﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرض الوفات میں مروان ان کے پاس آیا اور اس نے کہا "جب سے ہم آپ کے ساتھ رہ رہے ہیں اس وقت سے آج تک مجھے آپ کی کسی بات پر غصہ نہیں آیا، بس اس بات پر غصہ آیا ہے کہ آپ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے بہت محبت کرتے ہیں، یہ سنتے ہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمٹ کر بیٹھ گئے اور فرمایا "میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ہم لوگ سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے، راستہ میں ایک جگہ حضور ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے رونے کی آواز سنی وہ دونوں اپنی والدہ کے ساتھ تھے۔ حضور ﷺ تیزی سے چل کر ان کے پاس پہنچے اور فرمایا، "میرے بیٹوں کو کیا ہوا؟" حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا، "پیاس کی وجہ سے رو رہے ہیں" حضور ﷺ

نے اپنے پیچھے مشکیزہ کی طرف ہاتھ بڑھا کر پانی دیکھا (لیکن پانی نہیں تھا) اس دن پانی بہت کم تھا اور لوگوں کو تھوڑا تھوڑا پانی مل رہا تھا، لوگ بھی پانی تلاش کر رہے تھے۔ حضور ﷺ نے اعلان فرمایا، ''کسی کے پاس پانی ہے؟'' اس اعلان پر ہر آدمی نے اپنے پیچھے مشکیزہ کو ہاتھ لگا کر دیکھا کہ اس میں پانی ہے یا نہیں، لیکن کسی کو بھی پانی کا ایک قطرہ نہ ملا، اس پر حضور ﷺ نے فرمایا'' (اے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ایک بچہ مجھے دے دو'' انہوں نے پردے کے نیچے سے حضور ﷺ کو ایک بچہ دے دیا حضور ﷺ نے بچہ کو لے کر اپنے سینے سے لگا یا وہ بچہ رو رہا تھا چپ نہیں کر رہا تھا، حضور ﷺ نے اپنی زبان مبارک باہر نکالی تو وہ بچہ اسے چوسنے لگ گیا اور چوستے چوستے چپ ہو گیا اور مجھے اس کے رونے کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی (اس نے رونا چھوڑ دیا تھا) دوسرا بچہ ویسے ہی رو رہا تھا چپ نہیں کر رہا تھا، پھر حضور ﷺ نے فرمایا'' یہ دوسرا بھی مجھے دے دو'' حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دوسرا بچہ بھی حضور ﷺ کو دے دیا، حضور ﷺ نے اسے لے کر اس کے ساتھ ویسے ہی کیا وہ بھی چپ ہو گیا اور مجھے کسی کے رونے کی آواز نہیں آ رہی تھیں۔ پھر حضور ﷺ نے چلنے کا حکم صادر فرمایا، چنانچہ عورتوں کی وجہ سے ہم ادھر ادھر چلے گئے۔ (تا کہ حضور ﷺ کی خواتین کے ساتھ ہمارا اختلاط نہ ہو، ہم لوگ وہاں سے چل دیے اور) راستہ کے درمیانی حصہ میں حضور ﷺ سے دوبارہ جا ملے۔ جب میں نے حضور ﷺ کا حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ یہ مشفقانہ رویہ دیکھا ہے تو میں ان دونوں سے محبت کیوں نہ کروں''

(اخرجہ الطبرانی وقال الہیثمی (ج:۹،ص:۱۸۱) رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات، کذافی حیاۃ الصحابۃ للکاندھلویؒ ج:۲،ص:۵۷۹)

اک باران آنکھوں نے بھی دیکھی وہ بہاریں
گلرنگ رہے قلب ونظر جن سے خزاں تک

(۸۳) وراثت پیغمبر ﷺ

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کے مرض الوفات میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کیا

''یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں انہیں کسی چیز کا وارث بنا دیجئے'' چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا، ''حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے میری ہیبت اور سرداری ہے اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے میری بہادری اور سخاوت ہے'' (الامام الحسین ص:۸۲)

(۸۴) فاطمہؓ! جنتی عورتوں کی سردار

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے اپنی والدہ سے عرض کیا کہ ''آپ مجھے اجازت دے دیجئے کہ میں آج مغرب کی نماز جا کر رسول کریم ﷺ کے ساتھ پڑھوں اور پھر حضور ﷺ سے درخواست کروں کہ وہ میرے اور آپ کے لیے بخشش و مغفرت کی دعا فرمائیں چنانچہ میری والدہ نے مجھے اجازت دیدی اور میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی۔ آپؐ مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد نوافل پڑھتے رہے یہاں تک کہ پھر عشاء کی نماز پڑھی اور جب آپؐ نماز سے فارغ ہو کر گھر کی طرف چلے تو میں بھی آپؐ کے پیچھے پیچھے چلا، آپؐ نے میری آواز سن لی، چنانچہ فرمایا، ''کون ہے، کیا حذیفہ ہے؟'' میں نے عرض کیا، ''جی ہاں'' حضور ﷺ نے فرمایا تمہیں کیا ضرورت پیش آئی، اللہ تمہیں اور تمہاری والدہ کو بخش دے، یہ ایک فرشتہ ہے جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا، اس فرشتے نے اپنے پروردگار سے اس بات کی اجازت لی ہے کہ زمین پر آ کر مجھے سلام کرے اور مجھ کو یہ خوشخبری سنائے کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں''

(رواہ الترمذی کذا فی المشکوۃ ص:۵۷۰)

(۸۵) سب سے بڑھ کر محبوب!!

ایک بار حضور ﷺ کو پتہ چلا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپس میں ناراض ہیں، آپ فوراً ان کے گھر تشریف لے گئے۔ اور دونوں میں صلح صفائی کرادی۔ جب باہر نکلے تو لوگوں نے پوچھا ''حضور ﷺ! کیا بات ہے؟ آپؐ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گئے تھے تو چہرہ مبارک ملول و محزون تھا۔ اور اب جو واپس تشریف لائے ہیں تو مسرت کے آثار نمایاں ہیں''

آنحضور ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے ان دو ہستیوں میں صلح کرا دی ہے، جو مجھے سب سے بڑھ کر محبوب ہیں'' (طبقات ابن سعد (۸/۲۶)

(۸۶) حضور ﷺ کی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نصیحت

ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ ایسا برتاؤ کیا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسے برداشت نہ کرسکیں اور روٹھ کر آنحضرت ﷺ کے گھر چلی گئیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا: ''بیٹی کیسے آئیں؟''

جناب بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سب واقعہ سنا دیا۔ کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے یہ کہا ہے اور یوں کہا ہے۔

''اب میں ناراض ہوکر چلی آئی ہوں''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''بیٹی تم اسی وقت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر چلی جاؤ اور ان سے معافی مانگو۔ (ورنہ یادرکھو اگر تم آج اس حال میں مرجاؤ کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم پر ناراض ہوں تو محمد ﷺ تیرے جنازہ میں شریک نہ ہوگا) اس کے بعد آپؐ نے سمجھایا: بیٹی! عورت کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کا کہا مانے اس کی فرمانبردار ہوکر رہے۔ تمہیں ہر حالت میں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم ماننا اور سختیوں کو جھیلنا چاہیے۔ دنیا میں کوئی جوڑا ایسا نہیں ہے جس کے درمیان کبھی خفگی پیدا نہ ہو، اور نہ یہ ممکن ہے کہ مرد ہر بات میں عورت کی مرضی پر ہی چلے''
سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ نصیحت سن کر اپنے گھر لوٹ گئیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کہیں یہ بات سن رہے تھے۔ انہوں نے بھی قسم کھالی کہ اب کبھی ایسا طرزِ عمل اختیار نہ کروں گا جس سے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دل آزاری ہو اور انہیں تکلیف پہنچے۔ (طبقات ابن سعد (۸/۲۶)

(۸۷) سینہ کوبی کی ممانعت

غزوہ موتہ میں جب آنحضرت ﷺ کے چچا زاد اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے۔ تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا:
''آج جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہداء میں داخل ہوگئے''

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی شہادت کی خبر سنی تو رونے لگیں اور ''وَاعَمَّاہُ. عَمَّاہُ'' (ہائے میرے چچا، ہائے میرے چچا) کہہ کر آنسو بہانے لگیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''دیکھو بیٹی! زبان سے کچھ نہ کہنا اور سینہ کوبی مت کرنا''

(سیرت فاطمۃ الزہراء، ص: ۹۳۔۹۴، بحوالہ روض الانف سیرت ابن ہشام فی غزوۃ موتہ مختصراً)

(۸۸) خدمت خلق کا جذبہ

ایک روز حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چکی پیس رہی تھیں، ہاتھوں میں چھالے پڑے ہوئے تھے۔ جو پیتے پیتے بدن مبارک پسینہ میں تر ہو گیا۔ سانس پھولنے لگی اور ہانپنے لگ گئیں۔ اسی حالت میں پڑوس سے ایک دردناک آواز ان کے کانوں میں پہنچی۔ سنتے ہی بے چین ہو گئیں۔ چکی وہیں چھوڑی اور اس گھر میں چلی گئیں۔ دیکھتی کیا ہیں کہ پڑوسن دردزہ (بچہ جننے کی تکلیف) میں مبتلا ہے۔ اس کی جان پر بنی ہوئی ہے اور موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ گھر والے حیران و پریشان ہیں کہ کیا کریں اور کس کو بلائیں۔ مگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہیں تسلی دی اور ہمت اور جذبہ خدمت خلق سے کام لے دایہ کے فرائض سر انجام دینا شروع کر دیئے۔ ان کے حسن تدبیر سے تھوڑی دیر میں بچہ صحیح سلامت پیدا ہو گیا۔ آپ زچہ کی خدمت سے فارغ ہو کر گھر لوٹیں۔ اور اس قدر خوشی حاصل ہوئی گویا آپ کو دونوں جہانوں کے خزانے مل گئے ہوں۔ (سیرت فاطمۃ الزہراء از مولانا عبدالمجید خادم، ص: ۹۸)

(۸۹) دنیا یا آخرت

ایک دفعہ سیدۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ سے ناداری کا شکوہ کیا۔ آنحضور ﷺ اس وقت مصلے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا: ''فاطمہ! میرے قریب آ'' جب وہ قریب آ گئی تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو دولت دنیا چاہتی ہے تو میں تجھے اللہ تعالیٰ سے مانگ دیتا ہوں۔ مگر سن لے کہ تو اللہ سے غافل ہو جائے گی اور عاقبت سے محروم! اب جو کچھ لینا چاہتی ہے اور جتنا لینا چاہتی ہے لے لے۔ تجھے کوئی رکاوٹ نہیں۔ مگر یاد رکھو آخرت میں تجھے کچھ نہ ملے گا۔ فاطمہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا سجدہ میں گر پڑیں۔ اور توبہ استغفار کرنے لگیں۔

(سیرت فاطمۃ الزہراء از مولانا عبدالمجید خادم، ص: ۱۰۲)

(۹۰) جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے!

اسی طرح ایک مرتبہ کچھ غلام حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں لائے گئے۔ اس دفعہ بھی جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور ﷺ کے پاس بھیجا کہ کام کاج کے لیے ایک غلام یا لونڈی مانگ لیں۔ سیدہ محترمہ حاضر ہوئیں اور ابا جان سے اپنی ضروریات بیان کیں۔ سرور کائنات ﷺ نے سن کر فرمایا: ''فاطمہ! کیا کہوں۔ میں تو ابھی اصحاب صفہ کے حقوق ہی ادا نہیں کر سکا اور ان کی خدمت سے ابھی فارغ نہیں ہوا۔ (اس کے علاوہ بہت سے یتیم اور مسکین بھی میرا منہ دیکھ رہے ہیں) تجھے غلام کہاں سے دوں؟ جاؤ اللہ کے ذکر و عبادت میں مشغول رہو اور دنیا سے دل نہ لگاؤ دنیا کی ہر چیز سے نفرت کرو''

رواہ ابوداؤد، باب فی بیان مواضعہ قسم الخمس وسہم ذی القربی رقم الحدیث (۲۹۸۹) و (۲۹۸۸)

(۹۱) حضرت فاطمہؓ کی ناداری

ناداری و مفلسی کا یہ حال تھا کہ اکثر اوقات سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جسم پر لباس بھی پورا نہ ہوتا تھا۔ آپؓ ایک دفعہ بیمار ہوگئیں۔ شاہ کونین ﷺ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ دروازے پر پہنچ کر سلام کیا اور اندر جانے کی اجازت طلب کی۔ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خوش آمدید کہا۔ حضور ﷺ نے پوچھا ''میرے ساتھ کچھ آدمی ہیں۔ کیا وہ بھی آجائیں؟''

انہوں نے جواب دیا: ''یارسول اللہ! اس وقت میرے پاس چھوٹی سی عبا ہے، جس سے ستر پوشی اور پردہ نہیں کیا جاسکتا''

حضور رسول مقبول ﷺ نے اپنی چادر دیوار پر پھینک دی فرمایا ''اس سے پردہ کرلو''

پھر حضور ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم سمیت اندر تشریف لے آئے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: ''بیماری کی تکلیف کے علاوہ آزمائش یہ ہے کہ گھر میں کھانے کو کچھ بھی نہیں (کہ آپ حضرات کی خدمت کرسکوں) آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''کہ تم اس بات پر خوش اور مطمئن نہیں کہ تم سیدۃ نساء العالمین (سب عورتوں کی سردار) ہو؟

(الاصابۃ (۲۸۳/۴) بحوالہ الاستیعاب لابن عبدالبر ۔ ۔ یۃ الاولیاء ۴۲/۲)

(۹۲) حضور ﷺ کی نقش ونگار سے نفرت

رسول اللہ ﷺ خود اپنی بیٹی اور اپنے داماد کی نگرانی فرماتے تھے۔ اگر انہیں ذرا بنا سنورا دیکھتے تو ناراض ہوتے۔ ان کے گھر میں کوئی نمائش کی چیز نظر آتی تو جب تک وہ چیز دور نہ کر دی جاتی حضور ﷺ ان کے گھر جانا موقوف کر دیتے۔ آپ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھنے ان کے گھر تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ آپ سفر سے مراجعت فرما ہوئے تو حسب دستور فاطمہ بتول کے گھر گئے۔ لیکن دروازے پر پہنچ کر فوراً ہی لوٹ آئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس سے بہت رنج ہوا۔ اور حضور اکرم ﷺ کے واپس تشریف لے جانے کی وجہ معلوم نہ ہوسکی۔ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ گئے۔ آپ نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غمگین دیکھ کر سبب دریافت کیا۔ انہوں نے کہا ابا جان (ﷺ) تشریف لائے تھے مگر گھر میں قدم رکھے بغیر ہی واپس تشریف لے گئے ہیں۔ آپ جایئے اور اس کی وجہ معلوم کیجئے۔ چنانچہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واپس آنے کا سبب پوچھا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ”اے ابوتراب! مجھے دنیوی نقش ونگار سے کیا تعلق؟ تمہارے دروازے پر منقش پردہ لٹک رہا تھا میرے دل نے گوارا نہ کیا کہ ایسے مزین گھر میں داخل ہوں جو دختر رسول کے شایان شان نہ ہو“

(رواہ ابوداؤد، باب الترجل، باب فی اتخاذ الستور (۴۱۴۹))

(۹۳) سونے کا ہار

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ساری عمر کسی زیور کے بنوانے اور پہننے کی خواہش نہیں کی۔ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات قدرے بہتر ہو گئے تو سوئے اتفاق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سونے کا ہار بنوا دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کے گلے میں ہار دیکھا تو کچھ نگاہ التفات نہ فرمائی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سمجھ گئیں فوراً اسے اتارا اور فروخت کر کے وہ رقم محتاجوں میں تقسیم کر دی اور آئندہ زندگی بھر کسی قسم کا ہار نہ پہنا۔ (رواہ النسائی، باب کراہیۃ للنساء فی اظہار الحلی والذہب (۵۱۴۳))

(۹۴) حضرات حسنینؓ کے کنگن

اسی طرح ایک مرتبہ سیدہ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے محبت میں آکر حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو چاندی کے کنگن پہنائے۔ جناب سرورِ کونین ﷺ کو پتہ چلا تو سخت ناراض ہوئے اور اس وقت تک ان کے گھر جانا چھوڑ دیا جب تک دونوں صاحبزادوں کے کنگن اتار نہ دیئے گئے۔ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں نہیں چاہتا کہ میرے اہل بیت اس قسم کی دنیاوی زیب وزینت میں مبتلا ہوں'' رواہ ابوداؤد، باب ماجاء فی الانتفاع بالعاج (۴۲۱۳)

(۹۵) تہجد کا اہتمام

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ رات کے وقت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور میاں بیوی (علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے پوچھا۔ کیا تم تہجد نہیں پڑھا کرتے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت عالم شباب میں تھے۔ کہنے لگے۔ جناب! ہماری جانیں تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ جب وہ اٹھانا چاہے گا، اٹھا دے گا۔ حضور ﷺ اس جواب سے سخت ناراض ہوئے اور یہ آیت پڑھتے اور ان پر ہاتھ مارتے ہوئے لوٹ آئے کہ:

وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝

''انسان بہت سی باتوں میں جھگڑالو واقع ہوا ہے''

(یعنی جب اسے کوئی نیک کام بتایا جاتا ہے یا کوئی اچھی نصیحت کی جاتی ہے تو اس میں کئی قسم کے رخنے نکالتا اور پھسپھسی دلیلیں دیتا ہے)

مطلب یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں نیکی اور بدی کو پہچاننے اور گناہ وثواب میں تمیز کرنے کا اختیار دیا ہے عقل دی ہے شعور بخشا ہے، تو پھر یہ کہنا کہ وہ جگائے گا تو نماز پڑھ لیں گے نہ جگائے گا تو نہ پڑھیں گے، کیسی غیر معقول بات ہے۔ اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ اگر ہمیشہ جاگ نہ آئے تو پھر نماز ہی نہ پڑھی جائے۔ اور تارکین صلوٰۃ میں نام لکھوایا جائے۔

حالانکہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ شب زندہ دار اور تہجد گزار تھے۔ مگر ان کی ذرا سی غفلت پر اور پھر ان کے مہمل سے جواب پر حضور ﷺ ناراض ہوئے اور ان کے اس ادنیٰ سے تغافل کو ایک لمحہ بھی گوارا نہ کر سکے۔ جو لوگ نماز تہجد کو التزام سے نہیں پڑھتے اور اسے ایک اضافی یا اختیاری نماز سمجھتے ہیں کہ جی چاہا تو پڑھ لی نہ جی چاہا تو نہ پڑھی۔ وہ اس واقعہ سے نصیحت حاصل کریں اور غور فرمائیں کہ نبی ﷺ اس نماز کے لیے باوجود نفل ہونے کے کس قدر اہتمام فرماتے تھے۔ اور نہ صرف خود اس کے لیے اٹھتے بلکہ اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کو بھی جگاتے۔ نماز تہجد پر توجہ دلاتے قرآن کریم میں ارشاد ہے:

فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

''بطور نفل کے تہجد پڑھو ہوسکتا ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود
تک پہنچا دے''

گویا وہی لوگ سب سے اچھے اور سب سے اعلیٰ مقام پر پہنچ سکتے ہیں جو تہجد کے نفل پڑھتے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن آہ! مسلمان آج کل تو پنجگانہ نماز کے پابند نظر نہیں آتے۔ تہجد کون پڑھتا ہے؟ اور ان نفلوں کے ذریعے کون اللہ سے عزت وعظمت پانے کی کوشش کرتا ہے؟

(سیرت فاطمۃ الزہراء از مولانا عبدالمجید خادم، ص: ۱۱۷۔۱۱۸)

(۹۶) واقف ہوا گر لذت بیداری شب سے

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھر کے کام کاج میں اس قدر مصروف رہتی تھیں کہ دم بھر فرصت نہ ملتی تھی مگر اس حالت میں بھی وہ نہ صرف پانچوں وقت نماز ادا کرتیں بلکہ تہجد بھی پڑھتیں۔ دو دو وظیفے بھی کرتیں۔ ذکر وفکر میں بھی مشغول رہتیں۔ تلاوت قرآن پاک بھی فرماتیں اور گھر کے سب کام سرانجام دیتیں۔ پھر پر خشوع دعاؤں پر خضوع نوافل سے تو انہیں خاص شغف تھا۔ پہروں بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھائے یا سجدہ کیے گڑگڑا کر دعائیں مانگتیں۔ نہ صرف اپنے لیے بلکہ امت کے سب مردوں اور سب عورتوں کے لئے! حضرت

حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ والدہ محترمہ صبح صادق تک مصروف عبادت رہتیں۔ اور لمبی لمبی دعائیں مانگتیں۔ میں نے سن رکھا تھا کہ وہ مومنین اور مومنات کے لیے تو کثرت سے بڑی بڑی طویل دعائیں مانگتی ہیں۔ مگر اپنے لیے کچھ طلب نہ کرتیں۔ ایک روز میں نے پوچھا، امی جان! یہ کیا؟ کہ آپ دوسروں کے لیے تو بہت دعائیں کرتی ہیں مگر اپنے لیے کچھ نہیں مانگتیں؟ ارشاد ہوا جان من! پہلے ہمسایوں اور حاجت مندوں کا حق ہے اس کے بعد اپنے لیے طلب کرنا چاہیے۔ اللہ اکبر! کیا شان زہد وتقشّف ہے کہ شہنشاہ ارض وسماء کے دربار میں مقام قرب حاصل ہے۔ مگر اپنی ذات کے لیے کچھ طلب نہیں کیا جاتا اور دوسروں کے لیے ہاتھ پھیلائے جاتے ہیں۔ آج تو کسی سے کہا جائے کہ بھائی! ذرا میرے لیے بھی دعا کرنا۔ بہن! ذرا میرے لیے بھی ہاتھ اٹھانا۔ تو جواب ملتا ہے۔ نہ جی۔ ہماری اپنی ہی حاجتیں پوری نہیں ہوتیں، تمہیں کیا کریں؟ اور زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ وعدہ پر ٹال دیا جاتا ہے کہ اچھا صاحب! یاد رہا تو دعا کریں گے۔ اور وہاں یہ حال کہ بے طلب اور بلا درخواست اہل اسلام کے لیے خود بخود دعائیں کی جارہی ہیں۔

(سیرت فاطمۃ الزہراء از مولانا عبدالمجید خادم، ص: ۱۱۸۔۱۱۹)

(۹۷) پیکر ایثار و ہمدردی

ایک بوڑھی عورت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی، اے بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم! تین روز سے بھوکی ہوں، کچھ کھانے کو دیجئے۔ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسکرا کر بولیں۔ اماں! تو تین روز سے بھوکی ہے تو میں نے سات روز سے روٹی کی شکل نہیں دیکھی، ابھی ابھی کہیں سے چار مٹھی آٹا آیا ہے۔ ٹھہریئے میں روٹی پکا دیتی ہوں یہ کہہ کر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اٹھیں۔ سارا آٹا گوندھا۔ روٹیاں پکائیں اور اس بڑھیا کو یہ کہتے ہوئے دے دیں، اماں! معاف کرنا! میں زیادہ نہیں دے سکی۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزدوری کرنے گئے ہیں۔ میں نے ان کے لیے کچھ حصہ رکھا ہے وہ شام کو آئیں گے آپ بھی آجانا اور جو میرا حصہ ہوگا وہ لے جانا۔

(سیرت فاطمۃ الزہراء از مولانا عبدالمجید خادم، ص: ۱۲۴)

(۹۸) فرقت رسول ﷺ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غم

جناب پیغمبر ﷺ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو سوموار کے دن اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے اگرچہ نا قابل برداشت تھا، مگر انہوں نے دامن صبر کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ حضور ﷺ کی وصیت پر عمل کیا اور فرط غم سے کہا، میرے والد بزرگوار نے اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہی۔ اور پروردگار عالم نے انہیں اپنے پاس بلالیا۔ اے والد محترم! آپ کا ٹھکانا جنت الفردوس میں ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن.

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ کی فرقت پر کچھ شعر کہے ہیں آپ کا ایک شعر ہے۔

یَاخَاتَمَ الرُّسُلِ! الْمُبَارَکِ صِنْوَۃً!
صَلّٰی عَلَیْکَ مُنَزِّلُ الْقُرْاٰن!

''اے ختم المرسلین! اے بابرکت بیٹی کے باپ آپ پر قرآن اتارنے والے رب کی طرف سے درود وسلام ہو آپ پر رحمت ہو''

اسی طرح ایک اور شعر ہے۔

اِنَّا فَقَدْنَاکَ فَقْدُ الْاَرْضَ وَابِلَھَا
وَغَابَ مُذْغِبْتَ عَنَّا الْوَحْیُ وَالْکُتُبُ

''ہم آپؐ سے یوں محروم ہو گئے جیسے بارش سے زمین محروم ہو جاتی ہے۔ جب سے آپ اوجھل ہو گئے ہیں آسمان سے وحی کا نزول اور کتابوں کا آنا بھی بند ہو گیا ہے''

بنت رسول ﷺ کے یہ اشعار حضور ﷺ کی ختم نبوت پر مہر توثیق وتصدیق لگا رہے ہیں اور صاف ظاہر کرتے ہیں کہ جناب خاتم النبیین کے بعد ہر قسم کی حقیقی غیر حقیقی، تشریعی، غیر تشریعی، ظلی، بروزی، انعکاسی، تفویضی، توسلی نبوتوں کے دروازے بند ہیں، جو شخص حضور ﷺ کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب مفتری اور خارج از اسلام ہوگا۔

حضور ﷺ کی رحلت کے بعد سیدہ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا جتنا عرصہ بھی زندہ رہیں کسی نے انہیں ہنستے یا مسکراتے نہیں دیکھا۔ اور وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی جدائی میں ماہی بے آب کی طرح تڑپتی رہیں۔ مگر نہ واویلا کیا، نہ پیٹیں، نہ یوم وفات منایا نہ اور خلاف شرع کام کیا۔

(سیرت فاطمۃ الزہراء از مولانا عبدالمجید خادم، ص: ۱۳۴۔۱۳۶)

(۹۹) حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور پاس ادب

سرور عالم ﷺ سے بڑھ کر کوئی انصاف پسند نہ تھا۔ آپؐ ہر معاملے میں پورے انصاف سے کام لیتے تھے۔ اپنی ازواج مطہرات کے معاملے میں آپ کا یہ معمول تھا کہ باری باری ہر ایک کے حجرے میں آرام فرمایا کرتے تھے۔ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر زیادہ ہو چکی تھی اس لیے انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دی تھی اس لیے حضور ﷺ ان کے حجرے میں دو راتیں رہا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اکثر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری کے دو دنوں میں حضور ﷺ کی خدمت میں تحائف اور ہدایا بھیجتے تھے۔ دوسری ازواج رضی اللہ عنہن چاہتی تھیں کہ صحابہ ان کی باری کے دن بھی اسی طرح تحائف بھیجا کریں لیکن سب اس معاملے میں حضور ﷺ سے براہ راست گفتگو کرنے میں جھجکتی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے طے کیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنا نمائندہ بنا کر حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیجا جائے۔ کیونکہ آپؐ ان کو بہت مانتے ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں، اپنی دوسری سوتیلی ماؤں کی درخواست پیش کی اور عرض کیا، ابا جان وہ سب حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے معاملے میں آپؐ سے انصاف چاہتی ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو کچھ بھیجتے تھے اپنی خوشی سے بھیجتے تھے۔ حضور ﷺ نے ان کو اس کے متعلق کوئی ہدایت نہیں دی تھی، اس لیے بے انصافی کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ آپؐ نے فرمایا: ''بیٹی جس کو میں چاہوں کیا تم اس کو نہیں چاہو گی''

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شرما کر فوراً واپس چلی آئیں۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے پھر اصرار کیا کہ بیٹی تم دوبارہ حضور ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور یہ معاملہ پیش کرو۔ سیدہ

فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا، خدا کی قسم میں اس معاملے میں پھر ابا جان سے کچھ کہنے نہ جاؤں گی۔

(۱۰۰) ﴿سیدالانام ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مثال دی﴾

فتح مکہ کے موقع پر بنومخزوم کی فاطمہ نامی عورت سے چوری کی لغزش سرزد ہوگئی اور وہ پکڑی گئی۔ سرورعالم ﷺ نے اس پر شریعت کے مطابق حد جاری کرنے (یعنی اس کا ہاتھ کاٹنے) کا حکم دیا۔ اس کے اقرباء اور اہل قبیلہ نے حب النبی ﷺ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیجا کہ وہ اس عورت کی سفارش کریں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے اس عورت کی خطا بخشنے کی درخواست کی تو آپ کو ان کی سفارش ناگوار گزری اور آپؐ نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ''کیا تم مجھ سے اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی حدود کے بارے میں (رعایت کی) گفتگو کرتے ہو؟''

حضور ﷺ کا ارشاد سن کر حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کانپ اٹھے اور عرض کیا: ''یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان میرے لیے مغفرت طلب فرمائیے''

شام ہوئی تو حضور ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: ''امابعد پہلے لوگ (بروایت دیگر بنواسرائیل) اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں کوئی شریف (معزز یا امیر) آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب ان میں کوئی (کمزور (معمولی) آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا''

اس کے بعد فاطمہ مخزومیہ پر حد جاری کی گئی۔ ہاتھ کٹنے کے بعد ان کی زندگی میں یکسر انقلاب آگیا۔ انہوں نے توبہ کی اور اس کو نہایت پرہیز گاری اور استقامت کے ساتھ نباہا۔

اس واقعہ میں حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت محمد ﷺ کی جو مثال دی اس سے آپؐ لوگوں کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو میرے جگر کا ٹکڑا ہے اور مجھ کو بے حد محبوب ہے، حدود اللہ کے معاملے میں اس کی رعایت بھی مجھے منظور نہیں ہے۔

آخری دیدار

علامہ طبری کا بیان ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی تو ان کو غسل دیتے وقت حضرت فضہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی موجو تھیں۔ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جنازہ اٹھنے لگا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل خانہ کو اس طرح آواز دی: ''اے ام کلثوم! اے زینب، اے فضہ، اے حسن، اے حسین آؤ اور اپنی ماں کو آخری بار دیکھ لو۔ اب تمہاری جدائی ہو رہی ہے اور پھر جنت میں ہی ملاقات ہوگی'' (سیرت فاطمۃ الزہراء از طالب الہاشمی، ص: ۲۸۰)

اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

آئین الٰہی کے ماتحت قدرت کے نوشتے پورے ہو کر رہتے ہیں۔ اور انسان چاہے کسی قدر بلند مرتبہ ہو آخر فانی ہے۔

ہر آنکہ زادنبا چار بایدش نوشید
زجام و ہر مئے کل من علیھا فان

بتول بنت رسول اللہ (ﷺ) سیدہ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے بھی آخر وہ وقت آ پہنچا جو سب پر آتا رہا ہے اور آتا رہے گا۔ آپ اپنے والد محترم ﷺ کی جدائی کا صدمہ زیادہ دیر برداشت نہ کر سکیں۔ اور حضور اکرم ﷺ کے انتقال کے چھ ماہ بعد گرامی قدر والد کی پیشن گوئی کے مطابق ان سے جا ملیں۔ صرف تیس سال عمر پائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن.

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

سیدہ محترمہ اس قدر صاحب شرم و حیاء خاتون تھیں کہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئیں تو ایک بیماری کی تکلیف تھی لیکن دوسری طرف مرض سے بھی زیادہ غم درپیش تھا کہ جنازہ اگر کھلا لے جایا گیا تو لوگ اسے دیکھیں گے اور یہ بات حیاداری سے بعید ہے پس سیدہ محترمہ نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے عمیس! آپ میری حالت دیکھتی ہیں لیکن کھلے جنازے میں تو حیادار عورت کا پردہ ٹھیک نہیں رہتا اور

میں اس سے بہت ہی نفرت کرتی ہوں۔ اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا اپنے پہلے خاوند حضرت جعفر بن ابی طالب کے ہمراہ حبشہ میں رہ چکی تھیں۔ اور وہاں کے سب حالات سے واقف تھیں، کہنے لگیں۔ اے بنت رسول! حبشہ میں عورتوں کا جنازہ لے جانے کا ایک طریقہ میں دیکھ کر آئی ہوں۔ آپ فرمائیں تو اس کا نمونہ تیار کر کے دکھاؤں؟ سیدہ کی ایماء پا کر اسماء رضی اللہ عنہا نے کھجور کی شاخیں لے کر ان کے کنارے موڑ کر انہیں نصف دائرے کی طرح بنایا۔ اور ہر شاخ کے دونوں سرے چارپائی سے باندھ دیے۔ پھر ان پر کپڑا پھیلا دیا۔ اس سے ایک ڈولی پالکی کی شکل بن گئی۔ جو بہت باپردہ تھی۔ سیدہ نے اسے دیکھا تو مسرور ہوئیں اور تبسم فرمایا اور کہا کہ میرا جنازہ اسی طرح اٹھانا۔ اور خیال رکھنا کسی قسم کی بے پردگی نہ ہونے دینا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت بھی فرمائی کہ مجھے رات کے وقت دفن کرنا تاکہ جنازہ پر کسی نامحرم کی نگاہ نہ پڑ سکے۔ چنانچہ ان دونوں وصیتوں پر عمل کیا گیا۔ یعنی انہیں آخر تک پردے میں رکھا گیا اور ان کی نماز جنازہ رات کے وقت پڑھائی گئی۔ سیدہ کی نماز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پڑھانے کا ذکر ہے۔

اللہ اکبر! دختر اسلام کو پردہ کا کس قدر اہتمام تھا۔ کہ وہ اپنے جنازوں کو بھی کھلا لے جانا پسند نہ کرتی تھیں اور اس غم میں گھلی جاتی تھیں کہ کسی غیر کو ان کی میت نظر نہ آئے۔ اس میں ہمارے لیے ایک تو یہ سبق ہے کہ مستورات کے جنازہ میں پردے کا خاص انتظام کرنا چاہیے اور کسی صورت میں بھی بے پردگی نہ ہونے دینی چاہئے۔ اور غیر مردوں کا عورتوں کو دیکھنا سخت منع ہے جیسا کہ کئی لوگ کرتے ہیں اسے ختم کرنا چاہیے۔

دوسرا سبق یہ کہ مسلم خواتین کو حیادار بننا چاہیے۔ وہ جتنی شرمیلی ہوں گی اتنی ہی دین و دنیا میں مقبول ہوں گی اور بڑا درجہ پائیں گی۔ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو قبرستان بقیع میں دفن کیا گیا۔ جناب شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تدفین کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تعزیت کی۔ جملہ صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہما کو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات سے بہت صدمہ ہوا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رحلت کے بعد اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور نکاح بھی کئے مگر وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کبھی نہ بھولے۔ ان کی اعلیٰ صفات کو یاد کر کے روتے اور آہیں

بھرتے تھے۔ سیدہ کی وفات کے بعد کسی شخص نے جناب علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ فرمایئے! دختر رسول ﷺ (فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کیسی بیوی تھیں؟ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ وہ ایک ایسے خوبصورت پھول کی مانند تھیں جس کی خوشبو سدا بہار ہوتی ہے اور وہ مرجھانے کے بعد بھی قلب ودماغ کو معطر کرتی ہے۔

اسی طرح کسی نے ان سے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تعریف پوچھی کہ وہ کن خصائل کی سرمایہ دار تھیں؟ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے کہا ''ان کی تعریف وتوصیف اس قابل نہیں کہ وہ دو چار لفظوں میں بیان ہوسکے۔ ان کی شان دنیا کی تمام خواتین سے بالاتر تھی''

یادرکھیے جو عورتیں نیک خصلت، نیک دل ہوتی ہیں وہ مرنے کے بعد بھی اپنے پیچھے نیکی چھوڑ جاتی ہے۔ جو یادگار رہتی ہیں اور ان کے پسماندگان ان کی نیکیوں کی وجہ سے ہی انہیں یاد کرتے اور روتے ہیں۔

ہماری بہنوں اور بیٹیوں کو بھی نیک اور صالح بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جو زمانے میں یادگار رہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

اس طرح جی کہ بعد مرنے کے
یاد کوئی تو گاہ گاہ کرے

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر ہماری مائیں بہنیں، بیٹیاں اور بہوئیں حضرت سیدہ النساء فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاک سیرت کو مشعل راہ بنالیں تو انشاءاللہ وہ کبھی بھٹک نہیں سکتیں۔ آپ کے پاکیزہ اعمال واسوہ سے وہ کئی قسم کے ایسے قیمتی سبق لے سکتی ہیں جو ان کی دنیا بھی سنوار سکتے ہیں عقبیٰ بھی اور وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں مقبول ہوکر کوئی اچھا مرتبہ ومنصب بھی پاسکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی توفیق بخشے کہ وہ صحیح معنوں میں سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی متبع وپیروکار نظر آئیں۔ آمین (سیرت فاطمۃ الزہراء از عبدالمجید خادم، ص: ۱۴۱۔۱۴۴)

تمت بالخیر
از قلم
محمد اویس سرور

مراجع ومصادر

نمبر شمار	اسم الکتاب	اسماء المصنفین
۱۔	الصحیح للبخاری	محمد بن اسماعیل البخاریؒ
۲۔	الصحیح لمسلم	مسلم بن الحجاج القشیریؒ
۳۔	السنن لابی داؤد	سلیمان بن اشعث السجستانی
۴۔	السنن للنسائی	ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی
۵۔	السنن للترمذی	محمد بن عیسی الترمذیؒ
۶۔	السنن لابن ماجہ	محمد بن یزید القزوینیؒ
۷۔	حیاۃ الصحابۃؓ	العلامۃ محمد یوسف الکاندھلویؒ
۸۔	طبقات ابن سعد	الامام ابن سعد
۹۔	البدایۃ والنھایۃ	ابن کثیرؒ
۱۰۔	الادب المفرد	الامام البخاری
۱۱۔	الاصابۃ	ابن حجر العسقلانیؒ
۱۲۔	تفسیر ابن کثیر	ابن کثیر
۱۳۔	مسند احمد	امام احمد بن حنبلؒ
۱۴۔	تاریخ الخلفاء	جلال الدین السیوطی
۱۵۔	ابناء النبیؐ	ابراہیم بن الحسن الجمل
۱۶۔	الامام الحسینؓ	الامام الحسینؓ
۱۷۔	کتابوں کی درس گاہ میں	ابن الحسن عباسی
۱۸۔	سیرت فاطمۃ الزہراء	طالب الہاشمی
۱۹۔	سیرت فاطمۃ الزہراء	مولانا عبدالمجید خادم
۲۰۔	فضائل صدقات	شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ

حضرت ابو ھریرہؓ کے ۱۰۱ قصے

مؤلف

مولانا شعیب سرور

بیت العلوم
۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون [illegible]

دیگر شہروں میں بیت العلوم کے اسٹاکسٹ

﴿ملتان﴾	﴿کراچی﴾	﴿راولپنڈی﴾
بخاری اکیڈمی مہربان کالونی ملتان	ادارۃ الانور بنوری ٹاؤن کراچی	الخلیل پبلشنگ ہاؤس راولپنڈی
کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	بیت القلم گلشن اقبال کراچی	﴿اسلام آباد﴾
بیکن بکس گلگشت کالونی ملتان	کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی	مسٹر بکس سپر مارکیٹ اسلام آباد
کتاب نگر حسن آرکیڈ ملتان	دار القرآن اردو بازار کراچی	المسعود بکس F-8 مرکز اسلام آباد
فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	مرکز القرآن اردو بازار کراچی	سعید بک بینک F-7 مرکز اسلام آباد
اسلامی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	عباسی کتب خانہ اردو بازار کراچی	پیر بک سنٹر آبپارہ مارکیٹ اسلام آباد
دار الحدیث بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	ادارۃ الانوار بنوری ٹاؤن کراچی	﴿پشاور﴾
﴿ڈیرہ غازی خان﴾	علمی کتاب گھر اردو بازار کراچی	یونیورسٹی بک ڈپو خیبر بازار پشاور
مکتبہ زکریا بلاک نمبر ۱۰ ڈیرہ غازی خان	﴿کوئٹہ﴾	مکتبہ سرحد خیبر بازار پشاور
﴿بہاولپور﴾	مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ	لندن بک کمپنی صدر بازار پشاور
کتابستان شاہی بازار بہاولپور	﴿سرگودھا﴾	﴿سیالکوٹ﴾
بیت الکتب سرائیکی چوک بہاولپور	اسلامی کتب خانہ پھولوں والی گلی سرگودھا	بنگش بک ڈپو اردو بازار سیالکوٹ
﴿سکھر﴾	﴿گوجرانوالہ﴾	﴿اکوڑہ خٹک﴾
کتاب مرکز فریئر روڈ سکھر	والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ	مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک
﴿حیدرآباد﴾	مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ	مکتبہ رحیمیہ اکوڑہ خٹک
بیت القرآن چھوٹی گٹی حیدرآباد	﴿راولپنڈی﴾	﴿فیصل آباد﴾
حاجی امداد اللہ اکیڈمی جیل روڈ حیدرآباد	کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی	مکتبۃ العارفی ستیانہ روڈ فیصل آباد
امداد الغرباء کورٹ روڈ حیدرآباد	فیڈرل لاء ہاؤس چاندنی چوک راولپنڈی	ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد
بھٹائی بک ڈپو کورٹ روڈ حیدرآباد	اسلامی کتاب گھر خیابان سرسید راولپنڈی	مکتبہ اہلحدیث امین پور بازار فیصل آباد
﴿کراچی﴾	بک سنٹر ۳۲ حیدر روڈ راولپنڈی	اقراء بک ڈپو امین پور بازار فیصل آباد
ویلکم بک پورٹ اردو بازار کراچی	علی بک شاپ اقبال روڈ راولپنڈی	مکتبہ قاسمیہ امین پور بازار فیصل آباد